ماہنامہ **محدّث** بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۹۸

جلد: ۳۵ ، شمارہ: ۲

جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ = فروری ۲۰۱۷ء

اس شمارہ میں

۱- درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲- درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۳- افتتاحیہ	معاون مدیر	۷
۴- مسلمانوں کی موجودہ صورت حال..	ڈاکٹر سعود بن ابراہیم الشریم	۹
۵- مبارکپور کی علمی و تصنیفی خدمات..	محمد اسلم مبارک پوری	۱۶
۶- زکاۃ کے احکام ومسائل	ابوطاہر بن عزیز الرحمٰن سلفی	۲۲
۷- شادی شدہ زانی کو رجم کے...	سیف الرحمٰن الصلیح المدنی	۳۲
۸- حب الوطنی اسلام کی نظر میں	نسیم اختر عبدالمجید سلفی	۳۶
۹- اسی کے ساز سے ہے زندگی...	طارق اسعد	۳۹
۱۰- ہماری نظر میں	مولانا محمد مستقیم سلفی	۴۱
۱۱- عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۳
۱۲- اخبار جامعہ	شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ	۴۴
۱۳- باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۶

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (سورہ تکاثر:۵)

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

یہ سورۃ تکاثر کی ایک آیت ہے جو قرآن مجید میں تیسویں پارہ میں ہے۔ چھوٹی سی ۸ آیت کی سورہ ہے جس کو آسانی سے یاد کیا جاسکتا ہے، نماز میں بھی ہم اکثر امام صاحب کو پڑھتے سنتے ہیں۔

اس میں قبرستان کا تذکرہ ہے۔ سنتے ہی ذہن قبرستان کی طرف جاتا ہے، لیکن اگر پوری سورۃ کے مفہوم پر غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

پہلے اس کا ترجمہ دیکھا جائے:

ترجمہ: (۱) زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا (۲) یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے (۳) ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کرلوگے (۴) ہرگز نہیں پھر تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا (۵) ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو (۶) تو بیشک تم جہنم دیکھ لوگے (۷) اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لوگے (۸) پھر اس دن تم سے ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔

۱- اس سورہ میں اللہ تعالی نے انسان کی کمزوری کا ذکر کیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کے پیچھے لگا رہتا ہے کہ کیسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرلے۔

۲- انسان کی دنیاوی نعمتوں کی ہوس وخواہش اس کو موت تک پہنچا دیتی ہے اور وہ اس حقیقت سے بالکل غافل رہتا ہے کہ ایک دن اس کی یہ زندگی ختم ہوجائے گی۔

۳- انسان غفلت میں آخرت پر غور نہیں کرتا اور اس دنیاوی نعمتوں کے بارے میں یہ نہیں سوچتا کہ ان نعمتوں کا دینے والا کون ہے اور اس کی طاقت وقدرت کتنی ہے۔

۴- موت یقینی ہے پھر ہر ایک کو اپنے پیدا کرنے والے کے روبرو پیش ہونا ہے۔ اور بروز قیامت انسان کو اپنے ہر کام کا انجام سامنے نظر آئے گا۔ جنت یا جہنم اس کا ابدی ٹھکانا ہوگا، مگر اکثر لوگ اس سے غافل ہیں، کیوں کہ ان کو اس پر یقین نہیں ہے۔

۵- اللہ تعالی فرماتا ہے اور تاکیداً فرماتا ہے کہ تم کو ضرور معلوم ہوجائے گا کہ میرا فرمان سچ تھا یا غلط۔

۶- اے انسان اگر تم اللہ کی مخلوقات پر جو کائنات میں ہر جگہ اس کی قدرت کی نشانی کے طور پر موجود ہے، غور کرو اور سوچو کہ جس نے اس دنیا کو اور اپنی بے شمار نعمتوں کو تمہارے لیے بنایا کیا وہ تمہارے اعمال کو نہیں دیکھ رہا ہے؟ کیا وہ اس بات پر طاقت نہیں رکھتا کہ تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دے۔ اپنی عطا کردہ نعمتوں کا حساب لے؟ اگر کوئی بندہ اس پر غور کرے اور یقینی طور پر اس کو سمجھے کہ ان بے شمار نعمتوں کے بدلہ اللہ کے حضور اس کی کیا فرماں برداری عائد ہوتی ہے اور وہ ان نعمتوں کا کتنا شکر ادا کرتا ہے تو یقینی طور پر وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ جہنم ہی ہمارا ٹھکانا ہوگا، اور اپنی بداعمالیوں اور اللہ کی نافرمانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو اپنے سامنے جہنم نظر آئے گی۔

۷- جہنم اور اس کا عذاب جو غیب کی باتیں ہیں۔ آج ہم صرف تصور کرسکتے ہیں، لیکن یہ بروز قیامت حقیقی طور پر یقین کی آنکھ سے نظر آئے گی اور اس دن دنیا کی زندگی میں جن نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں ان نعمتوں کو یاد کرا کر انسان سے منعم کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں سوال ہوگا۔

اس دن دنیا کی عیش وعشرت میں زندگی گذارنے والے اور اللہ کے نافرمان لوگوں کا کیا حال ہوگا اس کو آج ہم تصور وخیال میں نہیں لا سکتے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم کو نعمتوں پر شکر گذار بنائے، اللہ کے لیے نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے، اور جہنم کے عذاب سے بچنے کی راہ دکھائے اور بروز قیامت اپنی نعمت ابدی اور اپنی رحمتوں سے نوازے، آمین۔

☆☆☆

درس حدیث

نماز وتر کے بعض احکام ومسائل

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ آخِرَ اللَّيْلِ فَيُوتِرِ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذٰلِكَ أَفْضَلُ. (مسلم:۷۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جسے اس بات کا ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری پہر بیدار نہیں ہو سکے گا تو اسے چاہئے کہ پہلے پہر ہی وتر پڑھ لے اور جسے رات کے آخری پہر بیدار ہونے کی امید ہو تو وہ رات کے آخری پہر ہی وتر پڑھے اس لئے کہ رات کے آخری پہر کی نماز میں (رات اور دن) کے فرشتے حاضر رہتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت رات کی نماز کو حاصل ہے اور رات کی نماز میں نماز وتر بڑی اہمیت اور اجر وثواب کی حامل ہے، یہ نماز اللہ کو محبوب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:"يا أهل القرآن أوتروا فإن الله وتر يحب الوتر" (ابوداود:۱۴۱۶، نسائی:۱۶۷۶) اے اہل قرآن یعنی قرآن پر ایمان رکھنے والو اور خاص طور سے اس کے پڑھنے پڑھانے والو، حفاظ اور اس کے احکام پر عمل کرنے والو، تم وتر کی نماز پڑھو اس لئے کہ اللہ وتر ہے یعنی اپنی ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے یکتا ومنفرد ہے اور وتر کی نماز کو محبوب رکھتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ وتر کی نماز سے محبت رکھتے، اس پر مداومت برتتے اور دوران سفر بھی اسے ادا کرتے تھے۔ وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔ ایک حدیث میں ہے:"الوتر فيما بين العشاء إلى طلوع الفجر"(ابوداود:۱۴۱۸، ترمذی:۴۵۲، یہ لفظ صحیح ہے، الارواء:۴۲۳) وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:"أوترو قبل أن تصبحوا" (مسلم:۷۵۴) صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

اللہ کے رسول ﷺ اپنی طبیعت اور سہولت کے اعتبار سے رات کے مختلف اوقات میں نماز وتر ادا فرماتے تھے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: 'من كل الليل قد أوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فانتهى وتره إلى السحر"(مسلم:۷۴۵) رات کے ہر حصہ میں اللہ کے رسول نے نماز وتر ادا فرمائی، پس آپ کی وتر سحر تک گئی یعنی اس وقت تک آپ نے وتر ادا کی۔

وتر کی نماز ایک رکعت، تین رکعت، پانچ رکعت اور سات رکعت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

روایت ہے کہ: "كانت صلاة رسول الله ﷺ من الليل عشر ركعات ويوتر بسجدة ويركع ركعتي الفجر فتلك ثلاث عشرة ركعة" (مسلم: ۷۳۸) اللہ کے رسول ﷺ رات کو دس رکعات نماز پڑھتے، ایک رکعت وتر پڑھتے اور دو رکعت فجر کی سنت تو یہ تیرہ رکعت نمازیں ہیں۔

آپ ہی سے ایک دوسری روایت ہے: "يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا" (بخاری: ۱۱۴۷، مسلم: ۷۳۸) آپ چار رکعت نماز ادا کرتے، وہ بہت اچھی اور لمبی ہوتیں پھر چار رکعت نماز ادا کرتے، وہ بھی بہت اچھی اور لمبی ہوتیں پھر تین رکعت (وتر) ادا کرتے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کی نماز وتر کا یہ طریقہ بیان کرتی ہیں: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة، ويوتر من ذلك بخمس لا يجلس في شيء إلا فى آخرها" (مسلم: ۷۳۷) اللہ کے رسول ﷺ رات کو تیرہ رکعت نماز ادا کرتے جن میں پانچ رکعت وتر ہوتی اور آپ ان پانچ رکعت میں تشہد کے لئے آخری رکعت میں ہی بیٹھتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: كان النبي صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث عشرة ركعة فلما كبر وضعف أوتر بسبع. (سنن ترمذی: ۴۵۷، صحیح سنن ترمذی: ۳۷۹) اللہ کے رسول ﷺ تیرہ رکعت وتر پڑھتے تھے لیکن جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور کمزوری آگئی تو سات رکعت وتر ادا فرمائی۔ اس حدیث پر امام ترمذی نے باب باندھا "باب ما جاء فى الوتر بسبع" سات رکعت وتر کے بارے میں وارد حدیث کے باب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں: جائزۃ الأحوذی ۱/۴۶۶)

ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز وتر کی رکعات کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا معمول الگ الگ تھا کبھی ایک رکعت، کبھی تین، کبھی پانچ اور کبھی اس سے بھی زیادہ اگر چہ بعض علماء حضرت ام سلمہ والی روایت میں وتر سے مراد صلوۃ اللیل کو لیتے ہیں نہ کہ صرف نماز وتر کو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پانچ رکعت وتر ایک ہی سلام سے ادا فرمائی اور درمیان میں تشہد نہیں کیا، اس طرح تین رکعت وتر بھی آپ نے ایک سلام سے ادا فرمائی اور درمیان میں تشہد نہیں کیا بلکہ ایک حدیث میں آپ نے وتر کی نماز کو مغرب کی نماز کے مشابہ قرار دینے سے منع فرمایا ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد تشہد نہ کیا جائے بلکہ تینوں رکعت ایک ہی تشہد سے ادا کی جائے، ہاں اگر کوئی دو سلام کے ساتھ ادا کرنا چاہتا ہو تب دو رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھے اور سلام پھیر دے پھر ایک رکعت ادا کر کے تشہد میں بیٹھے اور سلام پھیر لے اسی طرح وہ پانچ رکعت اور سات رکعت بھی دو دو رکعت پر سلام پھیر کر ادا کر سکتا ہے۔ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے "صلوة الليل مثنى مثنى" (نسائی: ۱۶۶۹، نیز دیکھیں: بخاری: ۱۱۳۷) رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔

اگر کوئی وتر کی نماز تین رکعت ادا کرے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے کہ: أن رسول الله ﷺ كان يوتر بثلاث ركعات، كان يقرأ في الأولى بـ سبح اسم ربك الأعلي وفي الثانية بـ قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة بـ قل هو الله أحد" (نسائی: ۱۷۰۰) اللہ کے رسول ﷺ تین رکعت پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الأعلى، دوسری رکعت میں قل يا أيها الكافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله أحد پڑھتے تھے۔

حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ نماز وتر رات کے آخری پہر ادا کی جائے اس لئے کہ یہ دن اور رات کے فرشتوں کے جمع ہونے کا وقت ہے جو اپنے رب کے پاس جاکر اس کے بندوں کے اعمال کی خبر دیتے ہیں اس لئے اس وقت افضل ہے ہاں اگر کسی شخص کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری پہر بیدار نہ ہو سکے گا تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ پہلے ہی یعنی عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھ لے۔

اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز کے بعد وتر کی نماز پڑھ لی اور پھر وہ رات تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوا تو وہ تہجد کی نماز پڑھ لے اور نماز وتر دوبارہ نہ پڑھے اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " لا وتران في ليلة" (ترمذی: ۴۷۰) ایک رات میں دو وتر کی نماز نہیں ہے۔ اگر چہ بعض علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ پہلے اپنی وتر کی نماز کو ایک رکعت پڑھ کر جفت بنالے پھر تہجد پڑھے اور پھر وتر پڑھے تو اس عمل سے "لا وتران في ليلة" والی حدیث کی مخالفت نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کی پہلی وتر جفت بنانے کے بعد وتر نہیں رہ گئی بلکہ اس کی وتر وہی ہوگی جو وہ تہجد کے اخیر میں پڑھے گا اور اس حدیث پر بھی اس کا عمل ہو جائے گا "اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا" رات کی آخری نماز وتر پڑھو۔

اس سلسلہ میں صحابہ کرام کے آثار بھی وارد ہیں۔ (تفصیل دیکھیں: جائزۃ الاحوذی ۱/۴۷۶-۴۷۷)

لیکن راجح بات یہ ہے کہ اسے نماز وتر کو جفت بنانے کی اور پھر دوبارہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاوی شیخ الحدیث: ۱/۳۴۳) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہاں جن صحابہ کے آثار ہیں تو یہ ان کا اجتہادی عمل رہا ہوگا اس لئے کہ بعض صحابہ سے اس کے خلاف بھی وارد ہے۔ واللہ أعلم۔

اگر کوئی شخص رات کو نماز وتر ادا نہ کر سکا تو وہ دن میں ادا کر سکتا ہے اگر چہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے لیکن اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ "من نام عن الوتر أو نسيه فلصيل إذا ذكر أو استيقظ" (سنن ترمذی: ۴۶۵، صحیح سنن ترمذی: ۳۸۶) جو وتر کی نماز ادا کرنے سے پہلے سو گیا یا اسے بھول گیا تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے تب پڑھ لے یا جب بیدار ہو۔ تفصیل دیکھئے: جائزۃ الاحوذی ۱/۴۷۴)

☆☆☆

افتتاحیہ

پانی ایک انمول نعمت

معاون مدیر

پانی ایک عظیم نعمت ہے۔ اللہ نے اس نعمت کے ذریعہ روئے زمین پر زندگی کا سلسلہ قائم کیا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاء كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء: ۳۰) انسان، حیوان اور نباتات کی حیات پانی کے ہی دم سے ہے اور دنیا کے بیشتر کام پانی کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔ اللہ نے زیر زمین پانی کا وافر ذخیرہ ودیعت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ روئے زمین کا دو تہائی حصہ پانی پر مشتمل ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس عظیم نعمت کا تذکرہ ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاء الَّذِيْ تَشْرَبُونَ، أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴾ (الواقعۃ: ۶۸، ۶۹) کیا تم نے اس پانی کے بارے میں غور کیا جسے تم پیتے ہو، کیا اسے بادل سے تم نے اتارا ہے یا اس کو نازل کرنے والے ہم ہیں۔ ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْراً فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاء مَّعِينٍ﴾ (الملک: ۳۰) اے نبی آپ کہہ دیں کیا تم نے غور کیا اگر تمہارا پانی زمین کی نچلی سطح کو پہنچ جائے تو تمہارے پاس کون میٹھا پانی لائے گا۔

مشاہدہ بتلاتا ہے کہ دنیا کے بعض علاقوں میں پانی بآسانی اور وافر مقدار میں دستیاب ہے جبکہ بعض علاقوں میں شدید قلت ہے، بعض ایسے علاقے ہیں جہاں بارش کا پانی ذخیرہ کرکے اس کو پورے سال استعمال کیا جاتا ہے اور بعض ترقی یافتہ ممالک میں سمندر کے پانی کو صاف کرکے اسے عام استعمال کے قابل بنایا جاتا ہے اور اسی سے ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ الغرض پانی کے بغیر گذارا نہیں اور نہ ہی پانی کا کوئی متبادل ہے۔

ایک انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں پانی کا کتنا محتاج ہے، یہی پانی اس کی پیاس بجھاتا ہے، یہی پانی اسے کھانے کی ساری چیزیں فراہم کرتا ہے، اسی پانی کے ذریعہ وہ جسم اور کپڑے کو صاف کرتا ہے، یہی پانی اس کے گھر آنگن کی صفائی کا ذریعہ ہے، یہی پانی اس کے جسم کو تازگی اور فرحت دیتا ہے تو کیا اس پانی کے بغیر زندگی گذاری جاسکتی ہے، نہیں، ہرگز نہیں۔

لیکن ناشکرا انسان اس انمول نعمت کی بھی قدر نہیں کرتا جہاں پانی آسانی کے ساتھ وافر مقدار میں فراہم ہے وہاں اس کی ناقدری زیادہ ہے، ٹونٹیوں سے پانی گرتا رہتا ہے، پائپ سے رستا رہتا ہے، عام استعمال میں بھی پانی بے تحاشا خرچ کیا جاتا ہے، غسل کرنا، کپڑے دھلنا، گھر کی صفائی میں بھی بے دریغ پانی بہایا جاتا ہے اور اس بات کا اندیشہ نہیں کہ یہ ناقدری کہیں ہم سے اس نعمت کو چھین نہ لے یا یہ نعمت ہم پر تنگ نہ کردی جائے۔

سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق زیر زمین پانی کے ذخائر تیزی سے کم ہورہے ہیں، پانی کی تقسیم کو لے کر صوبوں اور

ملکوں کے درمیان اختلافات بڑھ رہے ہیں اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر آئندہ کوئی عالمی جنگ ہوئی تو اس کی وجہ پانی کی قلت اور تقسیم ہوگی، اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آنے والے سالوں میں پانی کے سلسلہ میں ہمیں کس قدر قلت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے تو کیوں نہ اس عظیم نعمت کی حفاظت کی جائے، اسے ضائع ہونے سے بچایا جائے، اسے احتیاط سے استعمال کیا جائے اور اگر کہیں پانی ضائع ہورہا ہو تو اس کے ضیاع کو روکا جائے، عوامی جگہوں پر، راستوں اور گلیوں میں اگر سسٹم کی خرابی کی وجہ سے پانی ضائع ہورہا ہو تو متعلقہ ادارہ کو اس کی اطلاع دی جائے نہ کہ چشم پوشی اور سرد مہری کا مظاہرہ کیا جائے۔

ایک مسلمان اس ایمان ویقین کے ساتھ زندگی گذارتا ہے کہ نعمت کی قدر سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ دیرپا ہوتی ہے جبکہ ناقدری سے وہ چھین لی جاتی ہے۔

اسی طرح اس کا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ کل بروز قیامت اسے نعمتوں کے بارے میں جواب دینا ہوگا۔ ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التکاثر:۸) تو کیا پانی جیسی عظیم نعمت کے بارے میں ہم سے باز پرس نہیں ہوگی، ضرور ہوگی۔

گرمی کے موسم کی آمد ہے، اس موسم میں جہاں ایک طرف پانی کے استعمال میں اضافہ ہوتا ہے وہیں دوسری طرف زیر زمین پانی کی سطح بھی کم ہوجاتی ہے، جس کے نتیجہ میں پانی کی قلت ہوجاتی ہے اور بعض علاقوں میں تو شدید قلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے پانی کے سلسلے میں عوام میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی حفاظت ہوسکے اور اس کے غیر ضروری استعمال کو روکا جاسکے نیز جن علاقوں میں بقدر ضرورت پانی فراہم نہیں ہے وہاں پانی پہنچانے کا نظم کیا جائے، خاص طور سے سرکاری ادارے، رفاہی تنظیمیں اور اہل ثروت حضرات اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، بندگان الٰہی کو پانی فراہم کرکے اپنے لیے حوض کوثر کی راہ کو ہموار کرلیں۔

صحابی رسول حضرت سعد بن عبادہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میری والدہ وفات پاگئیں اور وصیت نہ کرسکی، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو یہ صدقہ ان کو فائدہ پہنچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم پانی کا صدقہ کرو، کیوں کہ یہ بہترین صدقہ ہے۔ (سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۶/ ۲۲۴)

اس لیے ہم گرمی کے اس موسم میں اپنے والدین یا اقارب جو اس دنیا میں نہیں رہے ان کی جانب سے صدقہ کریں اور ضرورت مندوں تک پانی پہنچانے کا نظم کریں نیز راہگیروں اور جانوروں کے لیے بھی گلی کوچوں میں پینے والے پانی کا انتظام کریں۔ یقیناً ان کے منہ سے نکلنے والی دعائیں ہمارے لیے توشۂ آخرت بنیں گی اور رب کے بندوں کی رضا ہمیں رب کی رضا کا مستحق بنادے گی۔

☆☆☆

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال اور اس کو بدلنے کے طریقے

خطبہ حرم بتاریخ: ۲۶/۷/۱۴۳۶ھ = ۱۵/۵/۲۰۱۵ء

خطبہ: ڈاکٹر سعود بن ابراہیم الشریم
امام وخطیب مسجد حرام، مکہ مکرمہ

ترجمہ: ڈاکٹر عبد المنان محمد شفیق
مدرس ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

پہلا خطبہ:

ہر قسم کی تعریف وثناء اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت مہربان, نہایت رحم کرنے والا ہے، جس نے قرآن کی تعلیم دی، انسان کو پیدا کیا، اس کو گویائی عطا کی, اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ پاک ذات ہے، ہر دن وہ نئی شان میں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جو تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، اور اللہ کے لئے نماز ادا کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں میں سب سے افضل ہیں، اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں میں سب سے بلیغ داعی ہیں جنہوں نے اپنی دعوت لوگوں کو سنا دی۔ اللہ کی رحمت، سلامتی اور برکت نازل ہو آپ پر، آپ کے نیک و پاکیزہ گھر والوں پر، آپ کی بیویوں پر جو تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، صحابہ اور تابعین پر اور ان سب پر جو ان کی تا قیامت احسان کے ساتھ اتباع کرنے والے ہیں، ان سب پر بہت زیادہ سلامتی ہو۔

امابعد:

اے لوگو! میں اپنی ذات اور آپ کو اللہ تعالی کے تقوی کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ وہی حقیقی غنیمت اور کمائی ہے، اسی پر بھروسہ ہے، وہی قابل اعتماد ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: {أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ. لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَياةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ} (یونس: ۶۲ – ۶۴) سنو اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوتے ہیں، جو ایمان لائے اور تقوی کا رویہ اختیار کیا، دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہے، اللہ کی باتیں نا قابل تبدیل ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اسلامی بھائیو! بلاشبہ شہوت، انانیت، خودغرضی اور مفاد پرستی کے رجحانات کے غلبہ اور دنیا کی محبت اور موت سے نفرت نے بہت سارے اسلامی معاشروں کے اندر بہت زیادہ نا امیدی اور مایوسی پیدا کردی ہے، ان کی امیدوں اور آرزوؤں کو تقریبا ختم کر دیا ہے، اور ان کے اندر یہ احساس مستحکم ومضبوط کر دیا ہے کہ ان کا دوبارہ زمین پر سیادت وقیادت اور حکمرانی

یک گونہ محال ہے، یاد رکھیے کہ اس طرح کے افکار سے رضا مندی اور قناعت ایک طرح سے موجودہ صورت حال سے رضا مندی، نامساعد حالات وحوادث کے سامنے خود سپردگی ہے خواہ وہ کسی بھی نوع کی ہوں حتی کہ اگر اس میں انسان پر ظلم، قہر، اس کی کرامت کی بربادی، اور اس کے شناخت کا زوال ہو، حالانکہ اسلام کی حقیقت اور اس کی واقعی حالت دونوں اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ دنیا وآخرت دونوں کے لئے عمل کے درمیان کوئی جدائی نہیں ہے، دونوں کے لئے عمل دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، اسی طرح جسم اور بدن کو روح کی قیمت پر غلبہ نہیں دیا گیا ہے اور نہ ہی روح کو جسم کی قیمت پر برتری دی گئی ہے بلکہ ایک بہت ہی باریک تنظیم ہے جو ایک مسلمان اور مسلم سماج کو ہمت عطا کرتی ہے کہ وہ قیادت نبھائے اور باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے، بنابریں نہ تو وہ رہبانیت یعنی ترک دنیا ہے جو فطرت اور جبلت کی پکار کو قتل کرتا ہے، اور نہ ہی کھوکھلی مادیت ہے اور خالی دل ہے جو روح کی بلندی اور اقتدار وحکمرانی کی طرف اس کی تمنا ورغبت کو نظرانداز کرتا ہے۔

اللہ کے بندو! یہی وہ حق ہے جس کا صراحت کے ساتھ جاننا اسلامی سماج اور معاشرہ کے لئے عام طور سے ضروری ہے، اور جسے علماء، تحقیق نگاروں اور ریسرچ اسکالروں کو اپنی امت اور سماج کی عام مصلحت وفائدہ کے لئے بیان کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ عظیم شان والے نے آسمان کے آفاق، اور زمین کے راستوں کو مسخر کردیا ہے اور اس کو انسانی خدمت میں لگا دیا ہے تاکہ انسان اللہ کی زمین کو آباد کرے، اور اس میں اصلاح اور صرف اسی کی عبودیت وبندگی کے ساتھ جانشین وخلیفہ ہو، اور تاکہ وہ باعزت اور قابل اطاعت ہو نہ کہ ذلیل وخوار ہو، اور تاکہ دنیا کی دوسری قومیں اس کی اتباع کریں نہ کہ وہ ان کی اتباع کرے، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: {أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ} (لقمان: ۲۰) کیا لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے، اور تمہارے اوپر اپنی ظاہری وباطنی نعمتوں کو کامل کردیا ہے، اس پر حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے بارے میں بنا کسی علم، ہدایت اور روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اے بندگان الہی: اسی وجہ سے یہ تسخیر الہی بیکار نہیں ہے، بلکہ یہ ایک نعمت ہے، جو شکریہ کا متقاضی ہے جس کا مشاہدہ زمین پر حقیقت میں کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اس کی شریعت نافذ کی جائے، اور اس کے کلمہ کو بلند کیا جائے تاکہ وہی اس روئے زمین پر بلند وبالا ہو، جیسا کہ ارشاد الہی ہے: {إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ} (زمر: ۷) اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگا، آخر کار تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادیگا کہ تم کیا کرتے

رہے ہو، وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔

اللہ کے بندو! اس گوشہ اور ناحیہ سے امت اسلامیہ پر لازم اور ضروری ہے کہ اسے ان دو عظیم چیزوں کا احساس اور پتہ ہو جن پر بسا اوقات ضرورت آمادہ کرتی ہے، اور کبھی دین ان کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بلکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم اور ملزوم ہیں اور دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اللہ کے بندو! ان دونوں میں سے ایک بنا کسی تفرقہ اور اختلاف کے باہمی میل جول، اتفاق واتحاد اور اخوت ہے، اور دوسری چیز اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے ذلت، عاجزی اور تابعداری کے بغیر حکومت وسیادت کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بلند ہمتی ہے، بندگان الٰہی: ان دو چیزوں سے امتیں اور قومیں پروان چڑھتی ہیں، اور ترقی کے منازل طے کرتی ہیں، پھر ایک عظیم قوم بن کر اللہ کی مشیت سے دنیا کی سیادت اور حکمرانی کا فریضہ انجام دیتی ہیں جب تک یہ دونوں چیزیں ان میں زندہ رہتی ہیں۔

اور جب بھی امت اسلامیہ کے اندر اتفاق واتحاد اور اقتدار کے بارے میں سچا جذبہ دیکھا جاتا ہے تو یقینی اور لازمی طور پر انجام اسی کے حق میں ہوتا ہے کیونکہ یہی کائناتی اور دینی سنت ہے۔

جو بھی امتوں اور قوموں کی تاریخ کی ورق گردانی کرے گا، اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور تحریر کردہ تاریخی مصادر کی روشنی میں ان کے حالات کا جائزہ لے گا تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ وجود کے اعتبار سے قوموں اور امتوں کا نصیب اتفاق واتحاد میں ان کے نصیب کے بقدر ہوتا ہے، اور اسے یہ بھی پتہ چل جائیگا کہ بلندی اور غلبہ میں ان کا اتنا ہی بڑا مرتبہ ہوتا ہے جتنا کہ وہ اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لئے زمین میں اقتدار وسلطنت کی تڑپ رکھتی ہیں، اور اس کو اس چیز کا بھی علم ہو جائیگا کہ جب بھی کوئی قوم اختلاف، تفرقہ، کم ہمتی، بزدلی اور لڑائی جھگڑا کا شکار ہو جاتی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی سے راضی ہو جاتی ہے، جبکہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت کم ہے، تو ایسی صورت میں وہ قوم مذکورہ بالا چیزوں کے حاصل کرنے سے بھٹک جاتی ہے، اور ان کے سامنے کی چیزیں اس کو غفلت میں ڈال دیتی ہیں، اور اس کو اس کے گھروں کے دروازوں پر روک دیتی ہیں درانحالیکہ وہ کسی حملہ آور کی منتظر ہوتی ہیں۔

بندگان الٰہی! اتفاق واتحاد اور باہم ایک دوسرے کا قریب ہونا ہے امت اسلامیہ کے افراد میں سے ہر فرد کو امت کے لئے فائدہ منداور نقصان دہ چیز کا احساس دلاتا ہے، ایک ایسا احساس ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اپنی امت کے حالات کا جائزہ لینے اور اس پر غور وفکر کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اور اس غور وفکر کو اپنے وقت اور اپنے رنج وغم کا ایک حصہ بنا لینے پر ابھارتا ہے، اور یہ بتلاتا ہے کہ اس کی یہ فکر اپنی روزی روٹی کی فکر سے کم تر نہیں ہونی چاہیے چہ جائیکہ محض فکر بن کر رہ جائے، جو آدمی کی خود کے خیالات کی دیواروں سے آگے نہ بڑھے، بلکہ ایسی فکر ہو جو عمل اور عزیمت کے تابع ہو پھر اس پر اصرار بھی ہو،

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مومنوں کے درمیان باہمی مضبوط روابط اور اخوت پر واضح طور سے ابھارا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اس عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تقویت دیتی ہے، پھر آپ ﷺ نے تشبیک کی یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔ یہ روایت بخاری ومسلم کی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مومنوں کی باہمی محبت، رحمت اور شفقت کی مثال ایک جسم کی مانند ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کے بقیہ اعضاء بھی بخار اور شب بیداری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔

پہلی حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے ایک مسلمان کا مقام اور اس کی پوزیشن اس کے مومن بھائیوں کے درمیان ایک عمارت کی طرح بتلائی ہے، جس کا ایک جزء دوسرے جزء اور حصہ پر تہ بتہ قائم ہوتا ہے، اور ایک اینٹ دوسری اینٹ سے جڑی ہوتی ہے۔

اور دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ ایک مومن اپنے بھائی کے لئے ویسے ہی ہے جیسا کہ ایک عضو جسم میں ہوتا ہے کہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے بقیہ اعضاء بھی گھبرا جاتے ہیں۔

اللہ کی قسم! کیا اخوت اور بھائی چارگی کی اس سے بڑی کوئی تشبیہ ہوسکتی ہے جو اس ذات کی زبان سے نکلی ہے جسے جوامع الکلم عطا کیا گیا تھا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اور اللہ کی رحمتیں وسلامتی ہوں آپ ﷺ پر۔

اے مسلمانو! جان لیجیے کہ بلاشبہ یہ باہمی روابط، اخوت اور باحکمت شارع کی طرف سے اس پر ابھارنا ایسے ہی بنا کسی احاطہ اور چہار دیواری کے نہیں چھوڑا گیا ہے، اور یہ احاطہ ڈر اور خوف کا احاطہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے ضد سے روکا گیا ہے جو کہ اختلاف، باہمی نفرت، ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا اور مسلمانوں کے جامع دائرہ سے باہر نکلنا ہے، جس پر اللہ تعالی نے اپنے اس قول میں ڈرایا ہے: {وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا} (نساء: ۱۱۵) اور جو شخص رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درانحالیکہ اس پر راہ راست واضح ہوچکی ہو، تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا، اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔

اور یہی پہلے عنصر کے بارے میں دین اسلامی کا رویہ اور موقف ہے جو آپسی محبت، اور اخوت ہے، اور جو الٰہی آسمانی ہدایت کے موافق ہیں، اللہ کا فرمان ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ} (انفال: ۴۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم کی برکت عطا فرمائے، قرآن میں جو آیات ہیں اور جو ذکر حکیم ہے، اس سے مجھے اور

آپ کو نفع پہنچائے۔ مجھے جو عرض کرنا تھا کر دیا۔ اگر یہ باتیں حق اور درست ہیں تو اللہ کی جانب سے ہیں، اور اگر غلط ہیں تو یہ میری ذات اور شیطان کی طرف سے ہیں۔ میں اللہ سے ہر گناہ اور غلطی کی اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں لہذا اللہ ہی سے مغفرت طلب کرو، اسی سے توبہ کرو، وہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

سب قسم کی تعریف وثناء اللہ ہی کے لئے ہے جو تنہا ہے، اور رحمت وسلامتی ہو اس پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

امابعد:

اللہ کے بندو! ایک عامل اور بھی ہے، اور وہ عامل زمین میں اقتدار، عزت اور رفعت کے حصول کے لئے ہمت وجرأت کا عامل ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ دین اسلام کو پھیلانے اور اس کو نشر کرنے کی سچی کوشش کی جائے، اس کو اقتدار وحکمرانی عطا کی جائے، اللہ کے کلمہ کو اس کی زمین میں بلند کیا جائے، اور اس کو عدل وانصاف کے ذریعہ آباد کیا جائے، اور بیشک قرآن کی آیتوں اور نبی کی احادیث میں ان چیزوں کا بکثرت تذکرہ ہے، ان کی طرف دعوت دی گئی ہے اور ان پر واضح طور سے ابھارا گیا ہے، اور ان کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ کسی فرض چیز اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کریں یا سستی برتیں یا عاجزی ظاہر کریں۔

بیشک ہر قسم کی مصیبتیں اور نوع بنوع پریشانیاں جو مسلمان ملکوں میں نازل ہو رہی ہیں، اور ان کی قدر وعزت کو نقصان پہونچا رہی ہیں، جو اپنی مصیبتوں اور بلاؤں کو مسلمانوں پر ڈال رہی ہیں اور اپنی تیروں کا نشانہ بنا رہی ہیں، اس کی وجہ محض ان کا آپسی تفرقہ، اختلاف، دشمنی اور پیٹھ پھیرنا ہے جس سے خود اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے، اگر وہ ان حقوق کو بخوبی ادا کرتے جن کا ان سے اللہ کا بلند کلمہ مطالبہ کر رہا ہے، اور ان کے دل اس کے ذکر سے مطمئن ہوتے تو کسی بیگانے اور پردیسی کو یہ موقعہ نہیں ملتا کہ وہ ان کے شیرازہ کو بری طرح سے منتشر کر دے، یا ان کو تتر بتر کر دے، یا ان کے چہرہ کے سامنے اپنے ہتھیار کو ظلم وسرکشی کے ساتھ چمکائے اور لہرائے، اس کے بعد کہ ایک لمبی مدت تک مسلمانوں کے پاؤں اپنے دشمنوں کے قلعوں میں تھے اور ان کے ہاتھ ان کی پیشانیوں پر تھے، کیا مسلمانوں کو یہ پسند ہے کہ وہ سیکڑوں سال کمزوری اور حقارت کی زندگی گزاریں جبکہ ان کو اس حقیقت کا علم ہے کہ زندگی اور اس کے آرائش وزیبائش کی حقارت اور اس کے اندر بے رغبتی ہی دراصل مومن کی پہچان ہے، کیا مسلمان اس سے راضی ہیں کہ ان کے اوپر دہشت اور بھکمری مسلط کر دی جائے، اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جائے اور ان کے دل گلے کو پہونچ جائیں، اور کلیجے منہ کو آ جائیں اور وہ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگیں، اور ان کے ملک، مال ودولت اور وہ مٹی اور زمین جس کی خوشبو کو انھوں نے سونگھا ہے اس پر کسی بیگانہ کا قبضہ ہو جائے جو ان سے دین، اخلاق اور سیاست میں جُدا ہے، یا جو ان کے بارے میں کسی قرابت داری اور عہد و

پیمان کی رعایت نہیں کرتا ہے، بلکہ جس کا سب سے بڑا مقصد کھلواڑ کرنا، تفرقہ ڈالنا، لوگوں کو بے گھر کرنا، قتل وخونریزی اور ظلم ہے تاکہ ان سے ان کا وطن خالی کرالے جہاں وہ پیدا ہوئے اور جس کی مٹی پر پروان چڑھے، پھر ان کی زمین اور مال ودولت کی تقسیم کرنے والوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔

یقیناً اتحاد، وحدانیت اور غلبہ کی امید وآرزو، اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا سچا جذبہ یہ سب ایسی صفات ہیں جو ہر مسلمان فرد ذات اور ہر اسلامی سماج کے اندر موجزن ہیں مگر جس کو اللہ چاہے، لیکن جو مصیبت وآفت ان پر آن پڑی ہے اس نے ان کو ان چیزوں کی صحبت اور اس کے حکم کی رفاقت سے غافل کردیا ہے، لہذا وہ عدل وحق کی طرف دوڑ بھاگ کرنے والوں کی آوازوں کے سننے سے غافل ہیں، چنانچہ وہ بھول گئے ہیں لیکن گمراہ نہیں ہوئے ہیں، لغزش ہوگئی ہے لیکن بھٹکے نہیں ہیں، البتہ وہ دنیا کے طوفانوں، اس کی آرائشوں اور اس کے زائل ہونے والی رنگوں کے بیچ حواس باختہ ہوکر ٹھوکر کھا گئے ہیں، یہاں تک کہ وہ مدد طلب کرنے والے بن گئے ہیں جبکہ مدد خود ان کے ساتھ ہے لیکن ان کو اس کا راستہ نہیں مل رہا ہے، لھذا ان کی مثال جنگل میں اس بھورے اونٹ کی طرح سے ہے جو پیاس کی وجہ سے دم توڑ دیتا ہے جبکہ پانی اس کی پشت پر لدا ہوا ہوتا ہے۔

بلاشبہ ہم سب کے اوپر واجب ہے کہ ہمیں ہم سے محبت نہ کرنے والے اور ہمارے امور کی پرواہ نہ کرنے والے کی دشمنی کی سائز پتہ ہو، اسی طرح ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہمیں ان طریقوں اور ذرائع ابلاغ کا بھی علم ہو جس کے ذریعہ ہمارا دشمن ہمارے گھات میں لگا ہوا ہے تاکہ ہم اس کی جگہ پر اور اس کے بدلے میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے مثبت ذرائع، الفت ومحبت، عزیمت، ذاتی رغبت اور خواہش پر غلبہ کو فروغ دیں، اور اسلام ومسلمانوں کی مصلحت وفائدہ کو ہر مصلحت پر ترجیح دیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: {وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلاَّ أَن قَالُواْ ربَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ {147} فَآتَاهُمُ اللّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الآخِرَةِ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ} (آل عمران: ۱۴۷-۱۴۸) ان کی دعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے، اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، چنانچہ اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب عطا کیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا کی، اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔

درحقیقت ان وسائل اور ذرائع کے سائز وحجم کا پتہ ہونا جس کے ذریعہ ہمارے ملکوں، یا دین یا ہماری تہذیب وثقافت کے دشمن ہم سے برسرپیکار ہیں، اپنی جگہ پر بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، اور ہمارا فہم وعلم اتنا محدود اور تنگ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم ان کے قوت، زور اور غلبہ کی تفسیر وشرح محض ان کے جنگی وسائل وذرائع سے کریں، ہرگز نہیں، اگر ہم ایسا سمجھتے ہیں تو یہ تنگ

نظری اوراس دردناک موجودہ حالت کی محدود سمجھ ہے، بلکہ ان کے وسائل کے حدود اس حد سے بہت تجاوز کر گئے ہیں اور مختلف چیزوں کو شامل ہوگئے ہیں جس کا مشاہدہ ہم، تہذیب، ثقافت، شعور، احساسات، ذرائع ابلاغ اور افکار ونظریات میں کررہے ہیں، بلکہ اب تو گفتگو، تصویر، خبریں، اخبار، اور فضائی نشریات ان کے پلاننگ کردہ مقاصد کے سب سے باریک ذرائع بن گئے ہیں جوامت پر بنا کمان اور تانت کے تیروں کے حملہ کی طرح حملہ کررہے ہیں، لہذا وہ بغیر چھری کے زخمی کر رہے ہیں، بنا ہتھیار کے قتل کررہے ہیں، بنا کسی جنگ کے قیدی بنارہے ہیں اور بغیر کسی قاعدہ وقانون کے حکومت کررہے ہیں۔

برادران اسلام! جب یہ ہمارے دشمنوں کے منفی اورنگیٹو وسائل اور ذرائع ہیں تو ہمارے مثبت وسائل اور ذرائع کہاں ہیں، اور جب یہ ان کی محنتیں اور لگاتار کام کرنے والی ہمتیں ہیں، تو پھر ہماری ہمتیں کیوں کھوکھلی ہیں، ہمارے مقاصد کیوں خالی ہیں، ہمارے ارادے سیلاب کے جھاگ اور کوڑا کرکٹ کیوں ہیں، کیوں ان کی انگلیاں جب کسی چیزوں پر پڑتی ہیں تو کامیابی ان چیزوں کا مقدر بن جاتی ہے، اور کیوں جب ہماری انگلیاں انہیں چیزوں کو پکڑتی ہیں تو وہ خراب اور بیکار ہوجاتی ہیں، بلاشبہ مسلمانوں کا مستقبل خود ان کے ملکوں میں ان کے اخلاق، فکر اور قوت کے ساتھ خود انہیں کی زمینوں پر کاشت کی جانی چاہیئے، اوران کو اپنی طاقتوں، ذرائع ابلاغ اور اپنی ثقافت و تہذیب میں ہرقسم کی بھیک مانگنے سے باز آنا چاہیئے، اوران کو عقل کی گمراہی میں ضائع وبرباد نہیں ہونا چاہیئے، جوجلا تو بخشتا ہے لیکن کوئی بنیاد فراہم نہیں کرتا ہے، ایسی صورت میں زبردستی ان کو قیادت اور سیادت سے ہٹادے گا، اس وقت تدبیر اور حیلہ کی گھڑی نہیں ہوگی، یقینا اللہ نے سچ فرمایا ہے: {وَلاَ تَهِنُوا وَلاَ تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ، إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الأيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاء وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِينَ} (آل عمران:۱۳۹-۱۴۰) اور تم دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے، یہ تو زمانہ کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں، (شکست احد) اسی لئے تھی کہ اللہ تعالی ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ وسلم۔

+++

مبارک پور کی علمی و تصنیفی خدمات
-ایک مختصر جائزہ-

محمد اسلم مبارک پوری

شاہ جہاں بادشاہ نے جونپور کی علمی و روحانی فضا کو دیکھ کر کہا تھا کہ ''مملکت پورب شیراز ما است'' اسی شیراز ہند کا ایک قابل قدر خطہ ''ضلع اعظم گڑھ'' ہے جس کے بارے میں اقبال سہیل نے فرمایا ہے:

اس خطہ اعظم گڑھ پر مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر تاباں ہوتا ہے

''مبارک پور'' اسی خطہ اعظم گڑھ کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے۔اس قصبہ اور نواح قصبہ میں فیض قدرت نے نادرہ روزگار ہستیوں اور نابغہ علم و دین کو وجود بخشا ہے،ان کے ذکر خیر سے یہ بستی ہمہ وقت رطب اللسان ہے۔

''مبارک پور'' قدیم زمانہ سے علم وفن اور صنعت و حرفت کا مرکز رہا ہے۔علمی اعتبار سے بڑا زرخیز رہا ہے۔اس قصبہ کا نام پہلے ''قاسم آباد'' تھا، جو اپنے اقبال و ادبار کا ایک دور پورا کر کے ''مبارک پور'' کے نام سے تاریخ کے نئے دور میں داخل ہوا۔راجہ سید حامد شاہ مانک پوری، جو شیخ حسام الدین مانک پوری (وفات ۸۵۳ھ) کے خلیفہ تھے اور شاہان شرقیہ کے دور میں ''جون پور'' آکر بود و باش اختیار کر لی تھی،انہیں کی اولاد میں راجہ شاہ مبارک بن راجہ سید احمد شاہ بن راجہ سید نور شاہ بن راجہ سید حامد شاہ مانک پوری نے دسویں صدی ہجری میں شہنشاہ ہمایوں کے دور میں ''مبارک پور'' قصبہ کی نئی تعمیر کی اور اپنے ہمراہ کڑا مانک پور سے ایک علمی و دینی اور روحانی خانوادہ کو لاکر ''مبارک پور'' میں بسایا، جو قصبہ اور اطراف قصبہ میں دینی امور کا معتمد اور متولی بنا اور نیابت قضاء کے منصب جلیلہ پر فائز رہا۔دار القضاء محمد آباد گوہنہ تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ یہ قصبہ جس قدر قدیم اور مردم خیز ہے اسی قدر مسلمان مؤرخین اور تذکرہ نویسوں کی طرف سے بے اعتنائی کی گئی اس لیے یہاں کی کسی قسم کی علمی و دینی سرگرمی یا علمی و دینی شخصیات کا حال پردہ خفا میں ہے۔حالانکہ یہاں پر اسلامی و دینی خدمات کے مختلف گوشوں میں جس قدر زیادہ اور اہم کام ہوا ہے اطراف اور ضلع اعظم گڑھ کی کسی بستی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔بقول قاضی سلمان مبارک پوری ''ضلع اعظم گڑھ سے اگر مبارک پور کے علماء و فضلاء کے کارناموں کو الگ کر دیا جائے تو ضلع اعظم گڑھ کی تاریخی حیثیت تشنہ رہ جائے گی۔''

اسی تقصیر کے نتیجہ میں شیراز ہند کے اس عظیم قصبہ کے علماء و فضلاء اور مشائخ کے کارنامے تاریخ کی لوح پر ابھر نہ سکے اور مسلمان اپنے اسلاف کے ایک بڑے طبقے کی خدمات و جہود سے بے خبر اور تشنہ رہے۔اعظم گڑھ گزیٹیر کے مصنف نے لکھا

ہے'' اس قصبہ کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں اور مسلمان مؤرخین نے یہاں کے متعلق کوئی بات نہیں لکھی ہے۔'' (ص:۱۶۰)

جبکہ ''مبارک پور'' کا علمی و دینی وسیاسی اور سماجی اعتبار سے سنہرا دور تھا اور اس کی شہرت کا ڈنکا اور آوازہ ہر طرف تھا۔ ہند اور بیرون ہند میں اس قصبہ کے علماء وفضلاء کو اور ان کی تصنیفات و مؤلفات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس علمی قصبہ کا تعارف کراتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''محمد آباد کے قریب ''مبارک پور'' نام کا ایک بڑا قصبہ ہے، جو پرانے زمانے سے پارچہ بافی کا مرکز ہے اور پچھلے زمانے میں چند نامور علماء پیدا ہوئے ہیں۔'' (حیات شبلی: ص۵۷، مطبوعہ ۱۹۴۳ء)

مبارک پور، محمد آباد گوہنہ سے ۹ رکلومیٹر مغرب میں واقع ہے اور محمد آباد گوہنہ شہر اعظم گڑھ سے تقریباً ۱۶ رکلومیٹر بجانب مشرق واقع ہے۔ قصبہ محمد آباد گوہنہ قدیم زمانہ میں راج بھر قوم کے راجہ گوہن دیو کی ریاست تھا۔ ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے پرگنہ چریا کوٹ کو ضلع غازی پور میں شامل کر دیا گیا جس میں مئو، محمد آباد اور مبارک پور شامل تھے۔ ۱۸ر دسمبر ۱۸۲۱ء کو پرگنہ چریا کوٹ ضلع غازی پور سے ضلع اعظم گڑھ میں شامل ہوگیا۔ محمد آباد صنعتی وتجارتی قصبہ نہ تھا بلکہ یہاں علمی ذوق اور زمینداری کا شوق تھا۔

قصبہ مبارک پور ایک صدی سے زائد علم وفن اور صنعت وحرفت کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کی ریشمی کپڑوں کی صنعت نے ہندوستان سے گزر کر اقصائے عالم میں شہرت کی راہ ہموار کر لی اور یہاں کی حریری پوشاک نے حسینان نازک اندام کو لباس کے بارگراں سے سبک دوش کر دیا اس سلسلہ میں مولانا قمرالزماں صاحب مبارک پوری ''صدرنگ'' کے صفحہ ۱۷ ار پر لکھتے ہیں:

''اس سرزمین پر سانس لینے والے ہزاروں انسان ایسی زرتار ردائیں بنتے ہیں کہ سبک اندام حسینان ہند کے شانوں کو تار حریری کا بوجھ بھی محسوس نہیں ہونے پاتا۔ فنکاران مبارک پور کے ہاتھوں کی بنی ہوئی بنارسی ریشمی ساڑیوں کا رنگ، چمک دمک، یکسانیت، ہمواری اور تناسب کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے کسی بنکر کے کھردرے ہاتھوں نے بنا ہے بلکہ وہ یہ سوچے گا کہ اس پارچہ دلفریب کی لطافت یقیناً لیلوی شہزادی کی نرم ونازک انگلیوں کے لمس کی ہی زینت ہوسکتی ہے۔''

جس طرح مبارک پور علم وفن اور صنعت وحرفت کا مرکز رہا ہے اسی طرح دینی وشرعی علوم کی آبیاری کے لیے بھی مثابۃ للناس اور مرجع خلائق تھا۔ یہاں مسلمانوں کے ہر مسلک کے مدارس اس وقت سے موجود ہیں جب ضلع اعظم گڑھ میں خال خال دینی مدارس پائے جاتے تھے۔ یہاں انیسویں صدی کے اخیر میں دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ان مدارس کی پہلی کڑی ''مدرسہ باب العلم'' ہے اس کے بعد مدرسہ عربیہ دار التعلیم، پورہ صوفی کی بنیاد پڑی۔ پھر اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اور مدرسہ احیاء العلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جملہ مدارس اپنے مسلک کے اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتے

ہیں اور کئی دہائیوں سے ہزاروں علماء وفضلاء سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔

مورخ اسلام قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

''یہ قصبہ ہمیشہ سے عربی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔تشنگان علوم مشرقیہ زمزم علم سے سیراب ہونے کے لیے ہر سال یہاں ملک کے گوشہ سے جوق در جوق آتے ہیں۔ یہاں کے چار مدارس اسلامیہ دارالعلوم اشرفیہ، احیاء العلوم، دارالتعلیم اور باب العلم مخصوص اور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور مبارک پور کی معاشرت کے یہی عناصر اربعہ بھی ہیں۔ یہاں کے باشندوں کے نظریات وعقائد از دم پیدائش تا وقت مرگ ان ہی چاروں محوروں کے گرد رقص کرتے رہتے ہیں۔ان مدارس عربیہ کے علاوہ جس نے مبارک پور کی شہرت میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے، وہ ہے یہاں کی مشہور صنعت پارچہ بافی۔(تذکرہ علمائے مبارک پور:ص ۹۸)

خلاصہ کلام یہ کہ مبارک پور بیسویں صدی کے شروع سے چاروں مکتب فکر کا مرکز رہا ہے اور آج بھی اس کی یہ حیثیت باقی ہے اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پورے متحدہ ضلع اعظم گڑھ میں جو مدارس کے برگ وبار نظر آرہے ہیں چند معدودے کو چھوڑ کر اکثر وبیشتر میں مبارک پوری مدارس کے شجرۂ مبارکہ کی قلم لگی ہوئی ہے۔خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو، مبارک پوری مدارس کی دینی وعلمی روشنی ضلع سے نکل کر اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی ہے۔

جب مبارک پور کے علمی، دینی، فکری اور سیاسی عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا اس وقت مبارک پور کے آسمان علم وفن پر درخشاں آفتاب وماہتاب بھی تھے۔ان نابغہ روزگار اور عباقرہ علم حضرات میں سے چند اسماء گرامی یہ ہیں:

۱-مولانا عبدالعلیم مبارک پوری، وفات (۱۹۲۲ء) صاحب کتاب الشہادت

۲-مولانا عبدالسلام مبارک پوری، وفات (۱۹۲۴ء) صاحب سیرۃ البخاری

۳-مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری، وفات ۱۹۳۵ء) صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی

۴-مولانا عبدالصمد حسین آبادی مبارک پوری، وفات (۱۹۴۸ء)

۵-مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری، صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح

۶-مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، صاحب تصانیف کثیرہ

۷-مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولف ''الرحیق المختوم'' وغیرھا

۸-مولانا ابواسحاق لہراوی

۹-مولانا ابوالامجد عبدالعلیم رسول پوری، مبارک پوری

۱۰-ملا رحمت علی اسماعیلی

۱۱-محمد احمد لہراوی
۱۲-مولانا شکر اللہ ناظم مدرسہ احیاء العلوم، مبارک پور
۱۳-شمس العلماء ظفر حسن عینی فاروقی
۱۴-ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارک پوری

یہ تو ان علماء وفضلاء کے اسمائے گرامی ہیں جو شرعی علوم وفنون میں آفاقی شہرت وسمعت کے حامل ہوئے۔ ہند اور بیرون ہند ان کی تصانیف ممعہ خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں۔

عربی ادب میں بھی علمائے مبارک پور کا اہم کردار رہا ہے۔ اس کی ترویج واشاعت اور فروغ میں ان کی خدمات لائق تحسین ہیں، ان میں

۱-احمد حسین رسول پوری، مبارک پوری
۲-محمد شریف مصطفیٰ آبادی
۳-محمد یحییٰ بن احمد حسین رسول پوری، مبارک پوری
۴-اقبال احمد عمری
۵-محمد عثمان ساحر مبارک پوری

علمائے مبارک پور دینی علوم کے ساتھ دیگر علوم وفنون میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، علم حدیث میں زبردست صلاحیت کے مالک تھے اور اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ درجہ ذیل سطور میں مختلف علوم وفنون میں ان کی تصانیف کا مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

فن حدیث وعلوم حدیث:

۱-تحفة الأحوذی شرح جامع الترمذی	مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری
۲-مقدمه تحفة الأحوذی	مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری
۳-أبكار المنن فی تنقید آثار السنن	مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری
۴-شرح سنن ابن ماجه	مولانا عبدالصمد حسین آبادی مبارک پوری
۵-شأن حدیث	مولانا عبدالصمد حسین آبادی مبارک پوری
۶-سبحة الباری من درر صحیح البخاری	مولانا اقبال احمد عمری
۷-مرعاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح	مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری

۸-منة المنعم شرح صحيح مسلم	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۹-اتحاف الكرام شرح بلوغ الكرام	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۱۰-بهجة النظر فى مصطلح أهل الأثر	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۱۱-تحفة أهل الفكر فى مصطلح الأثر	مولانا عبدالرحمٰن رحمانی
۱۲-جواهر الأصول فى علم حديث الرسول	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

فن تاریخ:

۱-الحكومات العربية فى الهند والسند	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۲-رجال السند والهند إلى القرن السابع	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۳-العرب والهند فى عهد الإسلام	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۴-العقد الثمين فى فتوح الهند ومن ورد فيها من الصحابة والتابعين	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۵-الهند فى عهد العباسيين	مولانا اطہر مبارک پوری
۶-الخليفة الخامس	مولانا اقبال احمد عمری

فن ادب عربی ولغت:

۱-شرح أزهار العرب	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۲-القصائد الغالية	مولانا عثمان ساحر
۳-الديوان	مولانا اقبال احمد عمری
۴-حاشية قصيدة بردة وقصيدة فرزدق	مولانا احمد حسین رسول پوری
۵-ديوان أحمد	مولانا احمد حسین رسول پوری
۶-كتاب الفرزدق فى اللغة	مولانا احمد حسین رسول پوری
۷-ريا الضب شرح لامية العرب	مولانا عبدالباقی رسول پوری
۸-شرح المعلقات السبع	مولانا محمد یحییٰ رسول پوری

فن علم الرجال:

۱-رواة البخارى المجروحون	مولانا عبدالعلیم رسول پوری

۲-تاریخ أسماء الثقات	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

فقہ واصول فقہ:

۱-حاشیه ملتقی الابحر	مولانا احمد حسین رسول پوری
۲-سوال وجواب نور الأنوار	مولانا محمد شریف مصطفیٰ آبادی
۳-إبراز الحق والصواب فی مسألة السفور والحجاب	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری

فن عقائد وتوحید اور علم الکلام:

۱-الفريدة الوضعية فی الحكمة الإلهية	مولانا عبدالعلیم رسول پوری
۲-الإفاضة القدسية فی المباحث الحكمية	مولانا شریف مصطفیٰ آبادی
۳-نسيم الكلام فی تائيد شريعة الإسلام	مولانا شریف مصطفیٰ آبادی

فن سیرت وفرق وادیان:

۱-الرحيق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۲-روضة الأنوار	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۳-الفرقة الناجية والفرق الإسلامية الأخرى	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۴-تطور الديانات والشعوب	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۵-البشارة بمحمد صلى الله عليه وسلم عند الهندوس	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۶-الأحزاب السياسية فی الإسلام	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری

مختلف علوم وفنون:

۱-الخطبات والرسائل العربية	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۲-الطبابة عند العرب قبل انتشار الطب اليونانی	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
۳-حاشیه تفسیر بیضاوی	مولانا محمد شریف مصطفیٰ آبادی
۴-تائید حدیث بجواب تنقید حدیث	مولانا عبدالصمد مبارک پوری
۵-شأن قرآن	مولانا محمد یونس حافظ مبارک پوری

☆☆☆

زکاۃ کے احکام ومسائل

ابوطاہر بن عزیز الرحمٰن سلفی
استاد جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور، صاحب گنج، جھارکھنڈ

زکاۃ کے معانی ہیں بڑھنا، نشونما پانا اور پاکیزہ ہونا۔ زکاۃ کو زکاۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے زکاۃ دینے والے کا مال مزید بڑھ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ویربي الصدقات﴾ (سورہ بقرہ:۲۷۶) اللہ تعالی صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ اور صحیح مسلم کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع کے اندر مروی ہے کہ "ما نقصت صدقة من مال" صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا ہے۔

زکاۃ مال کو پاک کر دیتی ہے اور صاحب مال کو بخل کی رزالت اور گناہوں سے پاک کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها﴾ (سورہ توبہ:۱۰۳) آپ ان کے مالوں سے زکاۃ لیں جس کے ذریعہ آپ انہیں گناہوں سے پاک کر دیں اور ان کا تزکیہ کریں۔

زکاۃ کی اصطلاحی تعریف: (۱) اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے جو چیز نکالی جائے وہ زکاۃ کہلاتی ہے۔ القاموس المحیط (۱۱۶۳)، (۲) زکاۃ ایسا حق ہے جو خاص مال میں واجب ہے مخصوص وقت یعنی حولان حول کے وقت مخصوص جماعت یعنی فقراء وغیرہ کو ادا کیا جائے۔ (توضیح الاحکام:۵/۳)

زکاۃ کی فرضیت کا وقت:

اکثر علماء کا خیال ہے کہ ۲ھ میں صیام رمضان کی فرضیت سے قبل فرض ہوئی ہے جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ زکاۃ مکہ ہی میں تو فرض ہو گئی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکام مدینہ میں ۲ھ میں نازل ہوئی۔ (فتح الباری:۳۲۵/۳، وتوضیح الاحکام شرح بلوغ المرام:۵/۳)

زکاۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب دعائکم ایمانکم رقم الحدیث: ۸ کے اندر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة، والحج وصوم رمضان".

اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

زکاۃ کی فضیلت:

صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ رقم الحدیث:۱۳۹۶ کے اندر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے ان کی یہ بات سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ کیا چاہتا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا کہ "تعبد الله ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة، وتصل الرحم" اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔

اسی طرح معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الصدقة تطفيء الخطيئة كما يطفيء الماء النار" صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔(جامع ترمذی، کتاب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، رقم الحدیث:۲۶۱۶، وصححہ الالبانی)

اسی طرح انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان الصدقه تطفيء غضب الرب" بلاشبہ صدقہ اللہ تعالی کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی، رقم الحدیث:۱۹۰۸)

مانعین زکاۃ کا انجام:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب أليم، يوم يحمى عليها في نار جهنم فتكوى بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما كنزتم لأنفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون﴾ (سورہ توبہ:۳۴-۳۵)

جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے کہ جس دن اس خزانہ کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے اس کی پیشانی اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہارا مال جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔(سورہ توبہ:۳۴-۳۵)

اس سلسلے میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مانع الزكاة يوم القيامة في النار" زکاۃ ادا نہ کرنے والے قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔اس کو علامہ البانی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح الجامع الصغیر:۵۸۰۷)

زکاۃ ادا نہ کرنے والوں کو اللہ تعالی قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولم يمنعوا زكاة أموالهم إلا منعوا القطر من السماء" جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکاۃ روک لی ان کے لیے آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے۔(صحیح الترغیب والترھیب، رقم الحدیث:۷۶۴، وصححہ الالبانی)

زکاۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف جہاد بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم

الحدیث: ۱۳۹۹ کے اندر مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہوگئے جبکہ بعض نے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔ لہذا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی موجودگی میں آپ کیسے لڑائی کرسکتے ہیں کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص یہ شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال وجان محفوظ ہوجائے گا سوائے اسی کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالی کے ذمہ ہوگا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالی کی قسم میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکاۃ کے درمیان فرق کرے گا اور یہ کہے گا کہ نماز ادا کروں گا، لیکن زکاۃ ادا نہیں کروں گا، کیوں کہ زکاۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم اگر انھوں نے زکاۃ میں بکری کا بچہ یا اونٹ باندھنے کی رسی بھی ادا کرنے سے انکار کرے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے تو میں ان سے اس کے ادا نہ کرنے پر لڑوں گا، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور پھر میں نے بھی جان لیا کہ اس سلسلے میں ابوبکر ہی حق پر ہیں۔

اسلامی حکمراں زبردستی بھی زکاۃ وصول کرسکتا ہے اور جرمانہ بھی عائد کرسکتا ہے کہ جیسا سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ السائمۃ، رقم الحدیث: ۱۳۹۳ کے اندر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من أعطاها موتجراً بها فله أجرها ومن منعها فانا أخذوها وشطر ماله" جو شخص حصول ثواب کی نیت سے زکاۃ ادا کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے زکاۃ روک لی اور ادا کرنے سے انکار کردیا تو ہم زبردستی زکاۃ وصول کریں گے اور جرمانہ کے طور پر اس کا آدھا مال بھی ضبط کرلیں گے۔

زکاۃ کی فرضیت کے شرائط:

زکاۃ کی فرضیت کے لیے اہل علم نے چند شرائط مقرر کررکھا ہے جن میں سے کئی ایک شرائط بیان کیے جارہے ہیں:

(۱) مالک کو مال پر ملک تام حاصل ہو وہ جس طرح چاہے، جب چاہے استعمال کرسکتا ہو، اس میں کسی کا کوئی دخل نہ ہو، اس کی دلیل وہ تمام آیات اور احادیث ہیں جن میں مال کی نسبت اس کے مالک کی طرف کی گئی ہے، جیسے ارشاد ہوتا ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقة﴾ آپ ان کے مال سے صدقہ لیجئے۔ اس آیت میں مال کی نسبت اس کے مالک کی طرف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ ادا کرنے کے لیے مالک کا اس مال پر مکمل ملکیت حاصل ہو۔

(۲) وہ مال حرام ذریعہ سے نہ کمایا گیا ہو، کیوں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿یا أیها الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم﴾ (بقرہ: ۲۶۷) اے ایمان والو! اپنے اس پاکیزہ مال سے خرچ کرو جسے تم نے کمایا ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها کے اندر ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: أيها الناس ان الله طيب لا يقبل إلا طيبا. اے لوگو! بے شک اللہ تعالی پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔

نیز صحیح مسلم کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة کے اندر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "لا تقبل صلاة بغير طهور ولا صدقة من غلول" بغیر طہارت کے نماز نہیں قبول کی جاتی ہے اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں کیا جاتا ہے۔

(۳) بنیادی ضروریات زندگی سے زائد ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يسألونك ماذا ينفقون قل العفو﴾ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زائد ہوا سے خرچ کرے اور صحیح بخاری کتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى کے اندر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى" بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے بعد ہو۔

(۴) مقررہ نصاب کو پہنچ جائے، کیوں کہ صحیح بخاری کتاب الزكاة، باب ليس فيما دون خمس ذود صدقة، رقم الحديث: ١٤٥٩، اور صحیح مسلم كتاب الزكاة، باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة کے اندر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ليس فيما دون خمسة أوسق من التمر صدقة وليس فيما دون خمس أوراق من الورق صدقة وليس فيما دون خمس ذود من الابل صدقة" ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پانچ وسق کھجور سے کم میں زکاۃ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکاۃ نہیں ہے۔

(۵) اس پر ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہو جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا زكوٰة فى مال حتى يحول عليه الحول" کسی مال میں اس وقت تک زکوۃ نہیں ہے جب تک اس پر ایک سال نہ گذر جائے (سنن ابن ماجه كتاب الزكاة باب من استفاد مالا رقم الحديث: ۱۴۴۹ وصححه الألباني الارواء: ۷۸۷)

غلے کا نصاب:

غلے کا نصاب پانچ وسق ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق رقم الحدیث: ۱۴۴۷ کے اندر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة" پانچ وسق سے کم (غلے) میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ جدید

پیمانے کے مطابق ایک صاع تقریباًاڑھائی کلوگرام ہے اس اعتبار سے پانچ وسق برابر اٹھارہ من تیس کیلوگرام ہورہا ہے۔

اس کی شرح زکوۃ عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما سقی من ماء السماء وبالماء الجاری رقم الحدیث:۱۴۸۳ کے اندر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "فيما سقت السماء العيون أو كان عثريا العشر وما سقي بالنضح نصف العشر" وہ زمین جسے آسمان کا پانی یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکواۃ ہے اور جسے کنوئیں یا نہر وغیرہ سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکواۃ ہے۔

سونے اور چاندی کا نصاب:

سونے کا نصاب بیس دینار ہے (سنن ابی داود کتاب الزکوۃ باب زکاۃ السائمۃ رقم الحدیث:۱۵۷۳) اس سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہے اس میں اڑھائی فیصد کے حساب سے چالیسواں حصہ یعنی نصف دینار زکوۃ ہے موجودہ حساب کے مطابق بیس دینار برابر ساڑھے سات بھری ہوتا ہے۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے۔ (بخاری کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق رقم الحدیث:۱۴۴۷) موجودہ وزن کے مطابق دوسو درہم برابر ساڑھے باون بھری چاندی ہوتا ہے۔

موجودہ کاغذی کرنسی کی زکوۃ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سونا اور چاندی کی کرنسی دینار اور درہم استعمال ہوتے تھے اور عصر حاضر میں چونکہ سونا اور چاندی یا دینار و درہم بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے عوض کاغذی روپے استعمال ہوتے ہیں لہذا روپے کی تمام مالیت کو سونے یا چاندی میں سے جس کے ساتھ موازنہ کرکے زکوۃ دینے سے غرباء ومساکین اور دیگر جہات میں فائدہ ہوسکتا ہے اس کے ساتھ موازنہ کرکے چالیسواں حصہ زکوۃ ادا کردی جائے گی۔اور اس زمانہ میں چاندی کے حساب سے روپئے کی زکوۃ نکالنے سے مذکورہ فوائد حاصل ہوسکتے ہیں اسلئے چاندی کے حساب سے روپئے کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سونے کا نصاب اجماع سے ثابت ہے اور اس سلسلہ میں جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ ضعیف ہے لیکن علامہ محمد ناصر الدین البانی نے سونے کے نصاب والی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جسے امام ابوداود نے روایت ہے جبکہ چاندی کے نصاب والی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہے۔اس لئے چاندی کے حساب سے رقوم کی زکوۃ نکالنا ہی افضل ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ساڑے سات بھری سونا اور ساڑھے باون بھری چاندی کی قیمت کے درمیان عہد رسالت میں اتنا فرق نہیں تھا جتنا عصر حاضر میں ہوگیا ہے کیونکہ عصر حاضر میں دونوں کی قیمت میں آسمان اور زمین کا فرق پڑ گیا ہے اس لئے

احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں میں سے جس کی قیمت نیچے ہے اسی کے حساب سے یعنی چاندی کے حساب سے روپے کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

زیورات میں زکوٰۃ:

سونے اور چاندی کے زیوارات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے جیسا کہ سنن ابی داود کتاب" الزكاة ، باب الكنز ما هو وزكاة الحلى "رقم الحدیث:۱۵۶۳ کے اندر بسند صحیح مروی ہے کہ "ان امرأة أتت رسول الله ﷺ ومعها ابنة لها وفى يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها: أتعطين زكاة هذا" قالت لا، قال أيسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار قال فخلعتهما فألقتهما الى النبى ﷺ وقالت هما لله ولرسوله".

ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی، اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا، کیا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا، نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کے بدلے تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ یہ سن کر اس عورت نے دونوں کنگن اتار دیئے اور نبی ﷺ کی طرف پھینک دیئے اور کہا کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

اس طرح سنن أبى داود كتاب الزكوٰة، باب" الكنز ماهو وزكاة الحلى" رقم الحديث ۱۵۶۵ کے اندر عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ "دخل على رسول الله ﷺ فرأى فى يدىَّ فتخات من ورق فقال ماهذا؟ يا عائشة فقلت: صنعتهن أتزين لك يا رسول الله ﷺ قال أتودين زكاتهن، قلت لا، أو ماشاء الله قال: هو حسبك من النار" رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھے تو فرمایا کہ یہ کیا ہے اے عائشہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے انہیں آپ کے لئے زینت اختیار کرنے کے لئے پہنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا نہیں یا پھر اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر جہنم میں سے تمہارے لئے یہی کافی ہے۔

مذکورہ دونوں حدیثیں اور ان جیسی دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

تجارتی اموال میں زکواۃ:

مال تجارت جب نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گذر جائے تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الزکوٰۃ کے اندر ایک باب قائم کیا ہے کہ "صدقة الكسب والتجارة لقوله تعالىٰ: يا أيها

الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم" محنت اور تجارت کے مال سے صدقہ اور زکوٰۃ ادا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔ نیز ارشاد فرمایا: "خذ من أموالهم صدقة" ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کیجئے۔ (سورہ توبہ:۱۰۳) اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عام ہے اور اس میں تمام قسم کے اموال شامل ہیں خواہ تجارت کے لیے ہوں یا نہ ہوں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کان فیما کان من مال فی رقیق أو دواب أو بزیدار للتجارة الزکوٰة کل عام" مال خواہ غلام ہو یا چوپایہ جانور ہو یا کپڑا ہو جو تجارت کے لئے ہے اس میں ہر سال زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۷۱۰۳)

مال تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

ابوعمرو بن حماس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں "کنت ابیع الادم والجعاب فمر بی عمر بن الخطاب، فقال اد صدقة مالك ، فقلت یا أمیر المؤمنین انما هو الادم قال : قومه ثم أخرج صدقته" میں چمڑا اور تیردان بیچا کرتا تھا عمر رضی اللہ عنہ میرے قریب سے گذرے تو انہوں نے فرمایا، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تو صرف چمڑا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کی قیمت لگاؤ پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث:۲۰۱۸ وحسنه الارنؤوط فی تعلیق سنن ابی داود :۱۱/۳)

مذکورہ اثر سے معلوم ہوا کہ سامان تجارت کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ لہذا زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہئے کہ اس کے پاس جتنا بھی سامان تجارت ہو اسکی قیمت لگالے پھر اپنے رقوم کو بھی اس میں شامل کرلے خواہ رقوم بینک میں جمع ہو یا گھر میں اگر کسی کو کچھ رقم بطور ادھار اور قرض دی ہو اور دو چار دن کے اندر اس کے ملنے کی امید ہو تو اسے بھی شمار کرلے اگر دو چار دن کے اندر ملنے کی امید نہ ہو تو اسے شمار نہ کرے بلکہ جب وہ رقوم ہاتھ میں آئنگے اسی وقت اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اور اگر زکوٰۃ ادا کرنے والے کسی سے قرض لیا ہو اور انہوں نے بھی کسی کو بطور قرض دیا ہو مثلا دس ہزار روپے قرض دیا ہے تو یہ دوسرے سے دس ہزار روپے قرض لیا ہے تو یہ آپس میں رفع دفع ہو گیا اور اگر انہوں نے کسی کو قرض نہ دیا ہو بلکہ صرف قرض لیا ہو تو قرض کی مقدار میں رقوم الگ کرلے۔ اس کے بعد ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرے۔

جن اجناس میں زکوٰۃ واجب ہے:

چار اجناس ایسی ہیں جن میں وجوب زکوٰۃ پر سب کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) گندم (۲) جو (۳) کھجور (۴) کشمش ان حضرات کی دلیل معاذ بن جبل اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما کی مندرجہ ذیل حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تأخذوا الصدقة الا من هذه الأصناف الاربعة:" الشعیر والحنطة، والزبیب ، والتمر"

جو، گیہوں، کشمش اور کھجوران چار اصناف کے علاوہ کسی غلے کی زکوٰۃ وصول نہ کرو۔(طبرانی کبیر، مستدرک حاکم، دار قطنی علامہ محمد ناصرالدین البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے تمام المنہ :۳۶۹)

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ’’رسول اللہ ﷺ نے صرف گیہوں، جو، کشمش اور کھجور میں زکوٰۃ مقرر کیا ہے۔(علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے صحیحہ رقم الحدیث:۸۷۹)

سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۱۵ کے اندر مکئی کا بھی ذکر ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے دیکھئے (ضعیف سنن ابن ماجہ بتحقیق البانی رقم الحدیث:۴۰۰)

مذکورہ چار اصناف کے علاوہ اور چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اس سلسلے میں فقہاء کرام ومحدثین عظام کا اختلاف ہے داود ظاہری کا کہنا ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر شئے میں زکوٰۃ واجب ہے البتہ جس چیز کو ناپا تولا جاسکتا ہے اس میں وجوب عشر کے لئے نصاب اور جو چیزیں ناپی تولی نہیں جاسکتی ہیں ان کی قلیل وکثیر مقدار میں عشر واجب ہے۔

علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تمام مسالک اوران کے دلائل پر غور وفکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ راجح وقوی داود ظاہری کا قول ہے پھر ان لوگوں کا قول جو لوگ کہتے ہیں کہ صرف گیہوں، جو، کشمش اور کھجور میں زکوٰۃ واجب ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:۲/۸۳)

داود ظاہری کے قول کی تائید مندرجہ ذیل دلائل کے عموم سے ہوتی ہے۔

(۱)"وأتو احقه يوم حصاده"کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کردو۔(انعام:۱۴۲)

(۲) "مما اخرجنا لكم من الارض"اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے۔(البقرۃ:۲۶۷)

(۳) "فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر"وہ زمین جسے آسمانی پانی یا چشمہ سے سیراب کرے یا جڑ سے پانی حاصل کرے اس میں عشر واجب ہے۔(صحيح بخارى كتاب الزكاة ، باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجارى رقم الحديث:۱۴۸۳)

آلات تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے:

سنن ابی داود، كتاب الزكوٰة باب فى زكاة السائمة رقم الحديث:۱۵۷۲ کے اندر بسند صحیح مروی ہے کہ "ليس على العوامل شيء" کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے ان جانوروں سے چونکہ پیداوار حاصل کرنے کا کام لیا جاتا ہے یعنی یہ ذرائع اور آلات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اس لئے ان پر زکوٰۃ نہیں، اسی طرح وہ تمام آشیاء جو بطور آلات وذرائع آمدنی استعمال کی جاتی ہیں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے مثلا آلات تجارت، جیسے موٹر سائکل کے ذریعہ سامان

تجارت ڈھوتے ہیں اور دوکاندار کے پاس پہنچا دیتے ہیں، سامان رکھنے کی الماریاں وغیرہ اسی طرح کرایہ کے مکان، کرائے کی گاڑیاں، لوری، ٹرکٹر، کار جس سے سامان تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں یا اس پر سامان تجارت ڈھوتے ہیں ایسی گاڑیوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے اسی طرح فیکٹریوں، کارخانوں اور ملوں کی زمین، عمارت اور مشینوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ شریعت میں ان کی زکوٰۃ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر ان کی تجارت کی جاتی ہو مثلا کوئی پلاٹ یا گھر تعمیر کر کے فروخت کرنے کا کاروبار کرتا ہو یا مشیری، موٹر سائکل، لوری، ٹرکٹر اور کار وغیرہ فروخت کرتا ہو تو پھر ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اموال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ ثابت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اس قسم کی اشیاء میں اگرچہ زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ان سے حاصل شدہ منافع کو دیگر مال کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی کیونکہ وہ مال رقوم کی صورت میں موجود ہے اور رقوم میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب کو پہنچ چکی ہو اور اس پر ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہو۔

سبزیوں میں زکوٰۃ:

سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اس سلسلے میں محدث عظام کے دو اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ واجب ہے وہ لوگ مندرجہ ذیل عمومی دلائل پیش کرتے ہیں:

(۱) "أتوا حقه يوم حصاده" کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ (بقرہ: ۱۴۲)

(۲) "مما اخرجنا لكم من الارض" اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے۔ (سورہ بقرہ: ۲۶۷)

(۳) " فيما سقت السماء ففيه العشر" وہ زمین جسے آسمانی پانی سیراب کرے یا خود بخود پانی حاصل کر لے یا چشمہ کے پانی سے سیراب ہو جائے اس میں دسواں حصہ واجب ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الزکاۃ، باب العشر فيما يسقى من ماء والسماء وبالماء الجاري۔ رقم الحدیث: ۱۴۸۳)

مذکورہ آیات واحادیث عام ہیں سبزی اور غیر سبزی سب کو شامل ہیں اسلئے سبزیوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(۱) " ليس فى الخضر وات صدقة" سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۵۴۱۱)

(۲) عن موسى بن طلحه قال عند نا كتاب معاذ عن النبى ﷺ انه انما أخذ الصدقة من الحنطة والشعير والزبيب والتمر۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۹۸۹ وصحہ الالبانی والارناؤط وغیرہما)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو، گیہوں، کشمش اور کھجور کے علاوہ بقیہ چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لہذا سبزیوں میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

ان حضرات کا کہنا ہے کہ جن احادیث اور آیات قرآنیہ سے پہلے قول والوں نے استدلال کیا ہے وہ عام ہیں ''سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں'' والی احادیث کے ذریعہ ان کو خاص کرلیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سبزیوں کے علاوہ بقیہ اشیاء میں زکوٰۃ فرض ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سبزیاں تھیں لیکن کسی بھی صحیح حدیث میں یہ وارد نہیں کہ آپ ﷺ نے سبزیوں میں زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے لہذ معلوم ہوا کہ سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اجناس کے بدلے قیمت ادا کرنا:

رقوم کے بدلے اجناس یا اجناس کے بدلے قیمت ادا کرنا مثلاً اگر کسی صاحب مال پر بکری، گائے، اونٹ، کپڑا، پھل یا غلہ بطور زکوٰۃ واجب ہیں تو کیا اس پر ضروری ہے کہ وہ انہی اجناس میں سے زکوٰۃ نکالے یا وہ ان کے بدلے قیمت بھی ادا کرسکتا ہے تو اس سلسلے میں صحیح موقف یہ ہے کہ وہی جنس بطور زکوٰۃ نکالی جائے جس کے نکالنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کیونکہ ان اشیاء کے بدلے اس کی قیمت ادا کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے اور جس اثر میں آیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اہل یمن سے جو اور مکئی کے بدلے کپڑے وصول کئے تھے تو وہ ضعیف ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسے فتح الباری: ۳/۳۸۲ کے اندر منقطع قرار دیا ہے۔

اسی طرح جس کی زکوٰۃ نقد کی صورت میں نکلے اسے چاہئے کہ نقد ہی تقسیم کرے نقدی سے کپڑا وغیرہ خرید کر تقسیم نہ کرے۔

کیا زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کے لئے رمضان ہونا چاہئے؟:

صدقات وزکوٰۃ ادا کرنے کے لئے ماہ رمضان کا ہونا نہ شرط ہے اور نہ ہی مستحب ہے بلکہ انکی ادائیگی ہر وقت مستحب ومشروع ہے انسان پر واجب ہے کہ اسی وقت زکوٰۃ ادا کردے جب اس کے مال کا سال مکمل ہو جائے اور رمضان کا منتظر نہ رہے۔ کیونکہ زکوٰۃ رمضان میں ادا کرنا چاہیے اس طرح کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(جاری)

☆☆☆

شادی شدہ زانی کو رجم کے ساتھ کوڑے لگانے کا مسئلہ

سیف الرحمن الصلیح المدنی /استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

کچھ ایام قبل ایک پمفلیٹ نظر سے گذرا، جس میں اس مسئلے کو کچھ اس طرح ذکر کیا گیا تھا:

''......اور شادی شدہ مرد وعورت کو (جو زانی ہوں) سو سو کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کا حکم دیا'' (نام پمفلیٹ: سنت رسول ﷺ، ص: ۴، شائع کردہ: مکتبہ فیض عام، صدر بازار کینٹ، بریلی)

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے اس طرح کے بے شمار ادارے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہیں، اور دعوت وتبلیغ کا کام تقریری وتحریری طور پر بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

پمفلیٹ کے اخیر میں امانت داری اور اخلاص کے تقاضے کے مطابق چند الفاظ میں یہ صراحت کردی گئی ہے کہ:

اہل علم حضرات سے اپیل ہے کہ اگر کہیں غلطی پائیں تو ضرور ہماری اصلاح فرمائیں۔ (سابقہ مصدر)

ان سطور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ پر کچھ باتیں ذکر کی جارہی ہیں، اللہ ہماری اصلاح فرمائے، آمین۔

رجم سے قبل کوڑے لگانے پر دلالت کرنے والی حدیث:

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ" (صحیح مسلم: ۱۶۹۰)

یعنی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، تحقیق کہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے، غیر شادی شدہ اگر غیر شادی شدہ کے ساتھ (ملوث ہو اور بدکاری) کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی شہر بدری ہے، اور شادی شدہ اگر شادی شدہ کے ساتھ (ملوث ہو اور بدکاری) کرے تو سو کوڑے اور رجم کرنا ہے۔

محض رجم پر دلالت کرنے والی احادیث:

۱- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِيِّ: "أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ. (صحیح البخاری: ۶۸۱۴، وصحیح مسلم: ۱۶۹۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

یعنی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (قبیلہ) بنی اسلم کا ایک شخص رسول علیہ السلام کے پاس آیا، اور آپ سے کہا کہ اس سے عمل زنا سرزد ہو گیا ہے، اس پر اس نے چار گواہیاں بھی دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم فرما دیا، کیونکہ وہ شادی شدہ تھا۔

۲- عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَصِيرٍ، أَشْعَثَ، ذِي عَضَلَاتٍ، عَلَيْهِ إِزَارٌ، وَقَدْ زَنَى، فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ. (صحیح مسلم: ۱۶۹۲)

یعنی: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹھگنا گٹھیلا مضبوط شخص ازار باندھے ہوئے لایا گیا، اس نے زنا کیا تھا، آپ نے اس کو دو مرتبہ ٹالا، (بالآخر) اس کی سنگساری کا حکم فرمایا تو وہ سنگسار کر دیا گیا۔

اس معنی کی اور بھی حدیثیں ہیں: دیکھیے: صحیح مسلم: ۱۶۹۵، ۱۷۰۰۔

مجرد رجم کے قائلین یہ اور اس معنی کی دوسری حدیثوں سے اپنے قول پر استدلال کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن موسی الحازمی رحمہ اللہ اس معنی کی دیگر روایات وآثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد روى حديث ماعز نفر من أحداث الصحابة نحو سهل بن سعد وابن عباس وغيرهما، ورواه أيضا نفر تأخر إسلامهم، وحديث عبادة كان في أول الأمر، وبين الزمانين مدة"۔ (الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ: ص ۲۰۲)

یعنی: حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے والے چند کم عمر صحابہ ہیں جیسے سہل بن سعد اور عبداللہ بن عباس وغیرہ جس طرح اس حدیث کو روایت کرنے والے چند ایسے صحابہ بھی ہیں جو متاخر اسلام کے قبول کرنے والے ہیں، اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ شروع اسلام کی ہے، دونوں زمانوں میں ایک (خاصی) مدت (کا وقفہ) ہے۔

علامہ ابن حازم رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجم کے ساتھ کوڑے لگانے والا حکم اول اسلام میں تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور اس کی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ ایک اجیر نے اپنی مالکن سے زنا کر لیا تو

رسول علیہ السلام نے یہ حکم فرمایا کہ: اس اجیر کو سو کوڑے لگائے جائیں، اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے، اور اس عورت کو رجم کر دیا جائے اگر وہ اپنا جرم قبول کر لے، اسی طرح حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے صرف رجم کرایا، اور کوڑے نہ لگوائے۔ اس پر مزید دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رسول علیہ السلام نے دو یہودیوں کو ان کے زنا کی پاداش میں رجم کیا۔ اور اسی کو حازمی رحمہ اللہ راجح قرار دیتے ہیں۔ (الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ: ص ۲۰۳، ۲۰۴)

امام مروزی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ: امام شافعی کا قول ہے:

سب سے پہلے زانیوں کو قید کرنا اور انہیں تکلیف دینا منسوخ ہوا، پھر شادی شدہ زانیوں سے کوڑے لگانے کو منسوخ کیا گیا، اور رجم کو باقی رکھا گیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی بیوی کو رجم کیا، اور اسے کوڑے نہ لگائے، اسی طرح ماعز اور دو یہودیوں کو بھی بلا کوڑے لگائے رجم کیا۔ (السنۃ للمروزی: ۱/۹۶/۳۵۰)

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ حکم کے منسوخ ہونے کی بات کہی ہے۔ (۳/۳۱۶، ۳۱۷)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَحَدِيثُ عبادة: "خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا: الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ" مَنْسُوخٌ. فَإِنَّ هَذَا كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ عِنْدَ نُزُولِ حَدِّ الزَّانِي، ثُمَّ رَجَمَ ماعزا والغامدية، وَلَمْ يَجْلِدْهُمَا، وَهَذَا كَانَ بَعْدَ حَدِيثِ عبادة بِلَا شَكٍّ" (زاد المعاد: ۵/۳۱)

یعنی: اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ "خذوا عنی....." منسوخ ہے، یہ ابتدائے امر کا معاملہ ہے جس وقت زانی کی حد نازل ہوئی تھی، پھر آپ علیہ السلام نے ماعز اور غامدیہ کو بغیر کوڑے لگائے رجم کیا، اور یہ (ان کے رجم کا معاملہ) بالیقین حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد کا ہے۔

مذکورہ کلام سے کچھ پہلے ذکر فرماتے ہیں:

"وَأَنَّ الثَّيِّبَ لَا يُجْمَعُ عَلَيْهِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالرَّجْمِ" (سابقہ مصدر)

یعنی: اور شادی شدہ زانی کو رجم کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس مسئلے میں تین اقوال ہیں: (۱) عدم جمع کا (۲) جمع کا (۳) جمع بوڑھے شادی شدہ کے لیے، اور مجرد رجم نوجوان شادی شدہ کے لیے۔ (الحدود والتعزیرات عند ابن القیم: ۱/۱۲۹۔۱۳۲)

پھر تینوں فریق کے دلائل کا مناقشہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمام دلائل کے درمیان جمع وترجیح ممکن نہیں، اس لیے حدیث عبادہ جو کہ متقدم ہے، اس کے منسوخ ہونے کا قول ہی

راجح ہے، اور احادیث رجم، جیسے ماعز وغیرہ کی حدیثیں، تو وہ متاخر ہیں، اور علامہ امین شنقیطی رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی وضاحت فرمائی ہے۔(سابقہ مصدر:۱/ ۱۳۴)

علامہ امین شنقیطی رحمہ اللہ کے قول کو دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن:۵/ ۳۹۷۔

امام شنقیطی رحمہ اللہ ان لوگوں کا جواب دیتے ہوئے جو یہ کہتے ہیں کہ یہاں راوی کے ''جلد'' کو ذکر نہ کرنے سے نفی وجود لازم نہیں، فرماتے ہیں:

اس جگہ یا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رجم کا ذکر کیا ہوگا، یا رجم اور جلد دونوں کا ذکر کیا ہوگا، مگر راوی نے جلد کا ذکر چھوڑ دیا ہوگا، اگر رسول علیہ السلام سے صرف رجم کا حکم صادر ہوا تو یہ جلد کے منسوخ ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ (اس عورت کے) اعتراف کی جزا اور بدلہ آپ علیہ السلام نے صرف رجم کو ٹھہرایا، اور اگر رجم وجلد دونوں کا حکم صادر ہوا، اور راوی نے جلد کا ذکر محذوف کر دیا، تب تو یہ حذف کی ایسی قسم ہے جو ممنوع ہے، کیونکہ بعض جزائے شرط کا حذف کرنا مخل معنی ہے، اور یہ مقصود معنی کے علاوہ کا وہم دلاتا ہے، چنانچہ حذف اگر اس نوعیت کا ہوگا تو وہ ممنوع ہے، بایں سبب کہ راوی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ راوی عادل ہے، اور وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔(اضواء البیان:۵/ ۳۹۸)

بے شمار علماء اسی کے قائل ہیں کہ شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا، رجم کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اس قول کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں:

تفسیر الامام الشافعی: ۳/ ۱۱۰۳، تفسیر البغوی (احیاء التراث): ۱/ ۵۸۳، فی ظلال القرآن: ۱/ ۵۹۹، معالم السنن: ۳/ ۳۱۶، المبسوط للسرخسی: ۹/ ۳۷، اللباب فی شرح الکتاب: ۳/ ۱۸۷، الام للشافعی: ۵/ ۲۹، المبدع فی شرح المقنع: ۷/ ۳۱۸۱، شرح السنۃ للبغوی: ۱۰/ ۲۷۷، منار السبیل فی شرح الدلیل: ۲/ ۳۶۶، زاد المعاد: ۵/ ۳۱، خصائص المنہج الاسلامی فی القرآن الکریم: ۱/ ۱۰۷۔

لہٰذا مذکورہ دلائل ونصوص اور علماء کی تصریحات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ''جمع بین الجلد والرجم'' کا قول منسوخ ہے، زانی محصن کے لیے صرف رجم ہے جلد نہیں۔

والله أعلم وعلمه أتم

+++

حب الوطنی اسلام کی نظر میں

نسیم اختر عبدالمجید سلفی
استاذ مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ، بہار

وطن جہاں انسان آنکھیں کھولتا ہے، نوع بنوع رشتوں کا حامل ہوتا ہے، وہ خطۂ زمین جس کی پیداوار پر گزر بسر کرتا ہے، اس کے پانی سے سیراب ہوتا ہے اسی کے حوالے سے وہ ہر جگہ جانا جاتا ہے، اس کی محبت غیر شعوری طور پر انسان کے دل میں بس جاتی ہے، اس وطن سے محبت کے تقاضے یہ ہیں کہ انسان اس کے حقوق ادا کرے۔ تعلیم، تجارت، صنعت، وایجاد کے میدان میں اپنی خدمات پیش کرے، وطن کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، اس کا دفاع کرے کیونکہ وطن کی عزت اس کی عزت ہے۔

نصوص کتاب وسنت کا مطالعہ بتلاتا ہے کہ اسلام حب الوطنی کا مخالف نہیں بلکہ اس کا حامی ہے، ارشاد ہے: ﴿فأقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التى فطر الناس عليها﴾ (الروم:۳۰) سو آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کردیں اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور وطن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی سرشت میں رکھ دی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے وطن سے نکلنا نہیں چاہتا اگر چہ پردیس میں اسے زیادہ آسائش اور خوش حالی ملے۔ ارشاد ہے: ﴿ولو أنا كتبنا عليهم أن اقتلوا أنفسكم أو اخرجوا من دياركم ما فعلوه إلا قليلا منهم﴾ (النساء:٦٦) اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے بہت کم ہی لوگ بجالاتے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ہند نے کہا: ثلاث خصال فى ثلاثة أصناف من الحيوانات، الإبل تحن إلى أوطانها وإن كان عهدها بعيدا، والطير إلى وكره وإن كان موضعه مجدبا، والإنسان إلى وطنه وإن كان غيره أكثر نفعا. (amnfikri.com)

تین خصلتیں تین طرح کے جانداروں میں پائی جاتی ہیں، اونٹ اپنے وطن کے مشتاق ہوتے ہیں اگر چہ وہ دور دراز کی مسافت پر ہوں، پرندے اپنے آشیانے کو ترستے ہیں اگر چہ قحط زدہ جگہ میں ہو، اور انسان اپنے وطن مالوف کا شیدائی ہوتا ہے اگر چہ دوسری جگہیں اس کی بنسبت زیادہ نفع بخش ہوں۔

دیگر انسانوں کی طرح انبیاء کرام بھی اپنی جائے ولادت سے بڑی محبت رکھتے تھے مگر جب ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تو اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔

چنانچہ ابراہیم ولوط علیہما السلام نے قوم کو حق وصداقت کی دعوت دی تو انہوں نے نہ صرف انکار واعراض کیا بلکہ دعوت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کیں جس سے وہ وطن سے نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ارشاد ہے:﴿ونجيناه ولوطا إلى الأرض التي باركنا فيها للعالمين﴾(الانبیاء:۷۱)اور ہم ابراہیم ولوط علیہما السلام کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام اس وقت وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے جب ایک شخص نے آکر خبر دی کہ فرعون کے درباریوں نے ان کے قتل کا مشورہ کیا ہے:﴿فخرج منها خائفا يترقب قال ربي نجني من القوم الظالمين﴾(القصص:۲۰)موسیٰ علیہ السلام وہاں سے خوف زدہ ہوکر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے اے پروردگار! مجھے ظالم قوم سے بچا۔

رسول اکرم ﷺ کو اپنے وطن سے بے پایاں محبت تھی، جب آپ کو پتہ چلا کہ اہل مکہ آپ کو وطن سے نکال دیں گے حیرت واستعجاب میں پڑ گئے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد غار حراء سے جب آپ واپس ہوئے تو ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں، ورقہ نے آپ ﷺ کی سرگزشت سننے کے بعد کہا: هذا الناموس الذي أنزل على موسى عليه السلام يا ليتني فيها جذعا ياليتني أكون حيا حين يخرجك قومك، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أو مخرجيّ هم، قال ورقة: نعم! لم يأت رجل قط بما جئت به إلا عودي"(صحیح بخاری، باب بدءالوحی۴)

یہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا، کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش میں اس گھڑی زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم وطن سے نکال دے گی، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:(حیرت وتعجب سے)کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ورقہ نے کہا: ہاں، آپ کی طرح جتنے بھی نبی حق وصداقت کی بات لائے ان سے دشمنی کی گئی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:"ما أطيبك من بلد وأحبك إليّ ولولا أن قومي أخرجوني منك ما سكنت غيرك"(رواہ الترمذی:۳۹۲۶، وصحہ الالبانی)تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے! اور اگر میری قوم تجھ کو چھوڑنے پر مجبور نہ کرتی تو میں ترے علاوہ کسی اور زمین پر سکونت اختیار نہ کرتا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے بعد اپنے وطن مالوف مکہ کے آس پاس کی وادیوں کو یاد کرکے اپنی آواز بلند کرتے اور کہتے:

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة　　بواد وحولي إذخر وجليل
وهل أردن يوما مياه مجنة　　وهل يبدون لي شامة وطفيل

کاش میں جان سکتا کہ کوئی رات مکہ کی وادی میں گزاروں گا جہاں اذخر (خوشبودار گھاس) اور جلیل (نرم گھاس) کی ہریالی ہو اور کیا کبھی مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا اور کیا کبھی شامہ وطفیل (دو چشمے) بھی ظاہر ہوں گے۔

اسلام میں مہاجرین صحابہ کی فضیلت دیگر صحابہ پر اس لیے زیادہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے راستے میں وطن کی قربانی دی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ترک وطن اتنا آسان نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله، اولئك هم الصادقون﴾ (الحشر:۸) مال فئ ان محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے وطن اور مال سے نکال دیئے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز ہیں۔

یہاں مال فئ کے استحقاق میں مہاجرین کو انصار پر مقدم کیا گیا ہے۔

اسلام وطن سے نہ صرف محبت کرنا سکھاتا ہے بلکہ اس کے امن وامان کے لیے دعا بھی کرنے کی ہدایت کرتا ہے کیونکہ امن وسکون کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ قرآن نے ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل کی ﴿وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا البلد أمنا﴾ (ابراہیم:۳۵) جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بن دے۔

مسلمان اس ملک میں صدیوں سے آباد ہیں، انہوں نے اپنے دور اقتدار میں ملک کی فلاح وبہبود کے لیے جو کام کیا اس کی عظمت کے نقوش آج بھی اس کے چپے چپے سے عیاں ہیں، اور آزادی کے بعد ستر سالوں میں بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ہمیشہ انہوں نے وطن سے محبت اور فداکاری کو ثابت کر دکھایا اور یہ ترانہ گنگنایا ہے: ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا- سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔

یہ حب الوطنی اور دیش پریم میں ڈوبا ہوا ترانہ ہے، جو دل کے جذبات کی عکاسی کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے ارض ہند کو فرنگیوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے جو بے بہا قربانیاں دیں وہ وطن سے بے انتہا محبت کا کھلا ثبوت ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی ان سے دیش بھکتی کا سرٹیفکٹ مانگے تو یہ سراسر ناانصافی ہے۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کا اپنی تاریخ سے واقف ہونا اور اپنی اولاد کو واقف کرانا انتہائی ضروری ہو گیا ہے کیونکہ مسلمان کی تاریخ کے ساتھ شرمناک خیانت کی جارہی ہے، تاریخ ساز ہیرو کو ویلن اور ویلن کو ہیرو بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اور تاریخ سے وابستگی اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ ماضی کو حال سے اور حال کو مستقبل سے جوڑتی ہے۔

☆☆☆

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

طارق اسعد/ فاضل جامعہ سلفیہ بنارس

صنف نازک کو اسلام نے جو عزت اور مقام ومرتبہ عطا کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔کائنات کی ایک دبی کچلی، نازک اور معصوم لیکن مجبور ومقہور مخلوق جسے انسان دائرہ انسانیت میں بھی داخل کرنے پر آمادہ نہ تھا، جسے اپنی جیسی ایک ذات سمجھنا تو درکنار، اس کا وجود خود انسان کے لیے سراپا ننگ وعار اور اس کی پیدائش باعث خفت وشرمندگی تھی۔لیکن حرا کے ایک تاریک غار سے نکلی ایک لاہوتی صدا نے دفعتا انسانوں کے خود ساختہ اصول وضوابط کی پل بھر میں دھجیاں اڑادیں اور تار عنکبوت سے بھی کمزور یہ موہوم اوہام وعقائد یک قلم پاش پاش کردیے گئے۔پھر پوری دنیا نے دیکھا کہ عرب کا ایک چرواہا تن تنہا اٹھا اور اس نے ساری دنیا کو یہ باور کرایا کہ جس ذات کو کیڑوں مکوڑوں سے بھی حقیر سمجھ کر مسل دیا جاتا ہے اور جسے قبل از موت ہی درگور کردیا جاتا ہے، وہ کوئی معمولی اور حقیر ذات نہیں ہے، وہ ایسی چیز نہیں کہ اس کے ساتھ بہیمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا جائے، بلکہ اس محسن نے یہ بتایا کہ یہ تمہاری ہی جیسی ایک مخلوق ہے، اس کے ساتھ تو تمہارا رشتہ اس وقت سے قائم ہو چکا تھا جب اس دنیا کا اولین انسان پیدا ہوا تھا اور اسی کے ایک عضو سے اس صنف کی تخلیق بھی عمل میں آئی۔اس محسن نے یہ بھی بتایا کہ عورت کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔یہ ایک ماں کے روپ میں تمہیں نو ماہ اپنی کوکھ میں رکھتی ہے، اور اس دورانیہ میں دنیا بھر کی تکالیف برداشت کرتی ہے اور پھر جب تم اس عالم میں قدم رکھتے ہو تو اس وقت جس مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔مدت رضاعت میں جب تم غذا کے محتاج ہوتے ہو اور تمہارے جسم کو ہلکی اور رقیق خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت وہ خون جگر کو دودھ کی شکل میں تمہارے منہ میں انڈیل دیتی ہے۔تمہارا بے وقت کا رونا دھونا، تمہاری شرارتیں، تمہاری معقول وغیر معقول فرمائشیں سب کو ہنسی خوشی برداشت کرتی ہے۔غرضیکہ اس کی ایک ایک عنایت ونوازش شمار کرانا پڑے تو شاید صفحات کم پڑ جائیں، قلم خشک ہو جائے، کلمات ختم ہو جائیں لیکن پھر بھی ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا“

اس محسن نے ایک ایک رشتہ کی قدر کرنا سکھایا، اس نے بتایا کہ عورت اگر بہن کے روپ میں ہو تو کائنات کی عظیم نعمت ہے، اگر بیٹی کے روپ میں ہو تو جنت میں داخلہ کا سبب ہے، اگر بیوی کے روپ میں ہو تو کائنات کی سب سے قیمتی متاع اور اگر ماں کے روپ میں ہو تو اس کی عظمت کا کیا کہنا۔الغرض یہ کہ اس ہستی کو محسن انسانیت نے اس قدر مقدس اور محترم بنادیا کہ وہی ظالم وجابر معاشرہ جس کے استبداد کے سامنے صنف نازک کا سر نہیں اٹھتا تھا اور جس کے قہر سے اس کے نازک آبگینے پاش پاش ہو جایا کرتے تھے، دفعتا وہ سماج اپنے سارے کرتوتوں پر شرمندہ ونادم ہوتا نظر آیا، جن ہاتھوں سے اس نے زندہ درگور کیا تھا وہی ہاتھ اب اس کے محافظ وہ نگہبان بن گئے، وہ اسے متاع جان کی طرح اور دنیا کی سب سے قیمتی ساز وسامان کی

طرح چھپا چھپا کر اور حجاب میں رکھنے لگا کہ مبادا دنیا کی ظالم نظریں اس پر نہ آجائیں اور پھر بجلی بن کر اس کے نازک وجود کو خاکستر نہ کردیں۔

صنف نازک اپنے اوپر ہونے والی اس قدر شفقت ومروت کو حیرت واستعجاب کے عالم میں دیکھتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ جو معاشرہ کل تک اس کے خون کا پیاسا تھا اور اسے زندہ در گور کرنے کے درپے تھا آج اس کی محافظت کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے، آج اس کی پرورش پر جنت کا پروانہ مل رہا ہے، وہ دیکھتی ہے کہ آج اسے مرد کے پیروں تلے نہیں اس کے برابر میں جگہ مل رہی ہے، وہ دیکھتی ہے کہ اس کی عزت وعصمت سے کھلواڑ کرنے والوں کو سرعام کوڑے لگا کر ذلیل کیا جارہا ہے، ان پر پتھروں کی بارش برسائی جارہی ہے، وہ دیکھتی ہے کہ اس کے ناموس پر انگلی اٹھانے والوں کو مجمع عام میں سزائیں دی جارہی ہیں۔

جب یہ سارے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتے ہیں اور خود کو ایک نئی اور محفوظ دنیا میں پاتی ہے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا ہے۔ اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے، ایسا خواب جس کی تعبیر ناممکن ہے، لیکن جب وہ تصوراتی دنیا سے باہر آتی ہے اور بچشم خود مشاہدہ کرتی ہے تو اسے اپنے سامنے کائنات کا سب سے بڑا محسن نظر آتا ہے۔ وہ محسن جو سات سماوات اوپر کے پیغامات اس کے پاس پہنچاتا ہے، جسے بارگاہ الٰہی سے ایک مقدس مشن کے لیے بھیجا گیا ہے، جو ایسی ذات کی طرف سے مبعوث ہے جو سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ رحمدل ہے۔ چنانچہ روئے زمین کے اس سب سے بڑے محسن کی تعلیمات کے سایہ عاطفت میں آکر سکھ کا سانس لیتی ہے اور اپنے سارے غموں کو یکلخت بھول جاتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات میں اس محترم ہستی کے ساتھ جو گھناؤنا کھیل کھیلا گیا اور جس طرح سے اس کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا وہ نہ صرف اس کے لیے ناقابل برداشت تھا بلکہ انسانیت کے لیے بھی انتہائی شرم وعار کا باعث تھا، لیکن اسلام کی آمد کے بعد اس ذات کو جو عزت اور مقام ومرتبہ ملا اور اسے جو حقوق دیے گئے رہتی دنیا تک اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ صنف نازک کو اس کی قدر وقیمت کو سمجھنا چاہیے اور اغیار کے پرفریب نعروں اور طرح طرح کے پروپیگنڈوں کے دام فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ اس کے لیے حقیقی عزت وہی ہے جو اسے اسلام نے عطا کی ہے۔ یہی اس کی سربلندی کے لیے کافی ہے۔ حضرت عمر نے کیا خوب فرمایا تھا ”ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے۔ اگر ہم نے اسلام کے علاوہ سے سربلندی کی جستجو کی تو پھر ہمیں عزت ہرگز نہیں مل سکتی۔“

اس قدر ارزاں نہ کر خود کو تو ہے ایسی متاع
سہل ہے جس کی طلب دشوار ہے جس کا حصول

☆☆☆

ہماری نظر میں

(۱) تعلم اللغة العربية للأطفال (عربی)

(۲) الحضانة، روضة الأطفال العليا، روضة الأطفال السفلى

(۳) تعلم اللغة العربية للأطفال (عربی) الصف الأول، الثانی، الثالث، الرابع، الخامس

تعلم الكتابة (عربی) الجزء الأول، الثانی، الثالث، الرابع

مذکورہ تینوں مجموعے کے مرتب: مولانا شمیم احمد عبدالغفار، مولانا محفوظ الرحمٰن حفیظ اللہ صاحبان

کاغذ، کتابت، طباعت: نہایت نفیس، قیمت درج نہیں

عربی زبان کا شمار دنیا کی قدیم اور اہم زبانوں میں ہوتا ہے اور اس زبان سے عالم اسلام اور مسلمانوں کا تعلق دینی و مذہبی اور جذباتی ہے، عالم ہو یا جاہل سبھی اس زبان کا احترام کرتے ہیں اور اس کی ترویج واشاعت کے سبھی متمنی ہیں، برصغیر ہند و پاک میں سو سال سے پہلے ہی سے علماء کا ایک گروہ اس کے لئے اس وقت کے نصاب تعلیم سے الگ ہو کر خاص عربی زبان کے فروغ دینے کے لئے نصاب تیار کیا تھا اور ایک ادارہ نئے طرز پر قائم کیا جو ندوۃ العلماء کے نام سے خاص وعام لوگوں میں مشہور اور معروف ہے۔ یہ ادارہ لکھنؤ میں قائم ہے، علماء کا یہ گروہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوا، لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد جب ہندوستان میں عربوں کی آمد کثرت سے شروع ہوئی تو یہاں کے ہر فرد کی توجہ اس زبان کے سیکھنے اور اپنے بچوں کو سکھانے کی طرف ہوئی اور مزید نئے نئے مدرسے وجود میں آئے، نئے اور پرانے تمام مدرسوں کے ذمہ داروں نے ایسے نصاب تعلیم تیار کرنے کی طرف توجہ دی جس سے آنے والی نسل پڑھ کر ایک اچھے ادیب اور انشاء پرداز بن کر نکلے۔

ماضی قریب میں بلاد عربیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ جب فارغ ہو کر ہندوستان آئے اور تدریسی فرائض انجام دینے لگے تو بلاد عربیہ کے نہج پر نصاب کی کتابیں تیار کرنی شروع کی، بحمد اللہ ان لوگوں نے اس میں بہت حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی۔

میرے سامنے عربی زبان کی تعلیم وتدریس کی ایک نصابی کتاب "تعلم اللغة العربية للأطفال" کا مذکورہ مجموعہ ہے جسے میرے دو عزیز بچوں نے تیار کیا ہے، ایک کا نام مولانا شمیم احمد عبدالغفار اور دوسرے کا نام مولانا محفوظ الرحمٰن حفیظ اللہ ہے۔ ان لوگوں نے ہندوستانی جامعات سے فارغ ہو کر مزید تعلیم کے لئے سعودیہ عربیہ کے جامعات میں جا کر داخلہ لیا اور

وہاں ایک مدت تک تعلیم حاصل کی۔فراغت کے بعد یہ لوگ اپنے ملک ہندوستان لوٹ آئے اور مدرسہ متحدہ عامہ چنئی میں درس وتدریس کے منصب پر اس وقت فائز ہیں۔

ان حضرات نے بڑی محنت ولگن سے سعودیہ عربیہ کے جامعات کی نصاب کی طرح اس مجموعہ کو تیار کیا ہے،عربی زبان سیکھنے کے لئے یہ مجموعہ بہت عمدہ اور بہترین ہے، ہندوستانی چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن کو سامنے رکھ کر یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے،ان کتابوں میں مجھے بہت سی خوبیاں نظر آئیں،مثلاً ٹائٹل،کاغذ،طباعت،رنگ وروغن،حسن انتخاب اور دل کش انداز اور تصاویر سے مزین اس کے علاوہ اس کی تمرینات،مشقی سوالات اور نطقی تدریبات بہت اچھے انداز وپیرایہ میں لکھے گئے ہیں، انداز ایسا نرالا ہے کہ مشق کرتے وقت بچے اس سے اکتاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

لیکن اس مجموعہ کو جس انداز میں مرتب کیا گیا ہے اس کو پڑھانے کے لئے ماہر استاد کی ضرورت ہے مثلاً اس میں استماع وتکلم کی تمرین کروائی گئی ہے پھر اس سبق کی روشنی میں تمرینات میں تنوع ہے اس سے پہلے باتصویر مفردات جدیدہ کا عنوان قائم کیا گیا ہے، پھر مفردات کی روشنی میں سوالات وضع کئے گئے ہیں اور طلبہ کو ان کے جواب کا مکلّف بنایا گیا ہے،اس کے بعد اصوات،فہم، استماع کے عنوان سے متعدد تمرینات کا یوں سلسلہ ہے (الف) سنو اور منون بالفتح والکسر والضم کے مابین تمیز دو (ب) چند جملے لکھ کر صحیح وخطا کا دائرہ بنا کر مناسب جواب کا مطالبہ کیا گیا ہے (ج) تاء اور طاء میں تمیز کرانے کے لئے معلم کی آواز سن کر صحیح جواب پر دائرہ بنانے کو کہا گیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف وترتیب میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے اس کی تدریس کے لئے طرق التدریس سے واقف ماہر استاد کی ضرورت ہے جو عربی زبان پر قدرت رکھتے ہوئے تلفظ کی ادائیگی پر بھی قدرت رکھتے ہوں اور ایسے مدرسوں کی ضرورت ہے جہاں عربی میڈیم سے تعلیم ہو۔

عربی نصاب تعلیم کے لحاظ سے بحمد اللہ یہ مجموعہ خوبیوں سے پر ہے،میرے ان دونوں عزیزوں مولانا شمیم احمد عبدالغفار اور مولانا محفوظ الرحمٰن حفیظ اللہ کو اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور جس مقصد کو لے کر ان دونوں عزیزوں نے اس مجموعہ کو تیار کیا ہے اس میں کامیاب کرے،آمین ثم آمین۔

(مولانا) محمد مستقیم سلفی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

فلسطین میں غیر قانونی یہودی آبادکاری کی شدید مذمت:عرب لیگ

عرب لیگ نے فلسطین کے مقبوضہ علاقوں ’’مقبوضہ بیت المقدس اور غرب اردن میں اسرائیل کی جانب سے یہودی آبادکاری کے تازہ منصوبوں کے اعلان کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے یہودی توسیع پسندی کو امن مساعی کی تباہی قرار دیا ہے۔العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق قاہرہ میں عرب لیگ کے صدر دفتر سے جاری کئے گئے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل کی جانب سے فلسطینی عرب علاقوں میں تین ہزار نئے مکانات کی تعمیر کا اعلان کھلی جارحیت اور امن وامان کے قیام کی کوششوں کو تباہ کرنے کی سازش ہے۔عرب لیگ نے فلسطین میں اسرائیل کی غیر قانونی آبادکاری روکنے کے لئے سلامتی کونسل سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ عالمی سلامتی کونسل تنازع فلسطین کے دوریاستی حل کے لئے اپنی قراردادوں پر عمل درآمد یقینی بنائے۔

واضح ہو کہ گزشتہ برس دسمبر میں سلامتی کونسل میں فسلطین میں یہووی آبادکاری روکنے کے لئے ایک قرارداد بھی منظور کی گئی تھی۔ (عوامی سالار آن لائن)

آن لائن دعوت پر قبول اسلام:

کویت کی جمعیۃ النجاۃ الخیریۃ کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال میں الیکٹرانک دعوت کمیٹی کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت دنیا کے ۴۴رممالک سے تعلق رکھنے والے جملہ ۲۱۰رافراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

جمعیۃ کے ذمہ دار ڈاکٹر جمال الشطی کے بیان کے مطابق شعبہ الیکٹرانک دعوت کے تحت ہمارا ٹارگٹ وہ افراد ہوتے ہیں جو اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہوں۔لہٰذا آن لائن ان سے رابطہ کرکے ہمارے دعاۃ ومبلغین ان کی اپنی زبان میں ان کو اسلام کی حقانیت سے واقف کرواتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں اسلام سے متعلق پائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔اس طرح گزشتہ سال ہمارا رابطہ ۲۲۸۴رافراد سے ہوا،جن میں سے ۲۱۰رافراد نے اپنی پوری تحقیق اور اطمینان کے بعد اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

ڈاکٹر شطی کا کہنا ہے کہ اسلام آن لائن سروس کا قیام دوسال قبل عمل میں آیا جس میں ای میل، واٹس ایپ اور ٹویٹر کے ذریعہ اسلام میں دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ ہی ہمارے ماہر دعاۃ رابطہ کرتے ہیں اور ان کے شکوک وشبہات کو ہر ممکن طریقے سے رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام میں دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ کی جانے والی گفتگو تحریری شکل میں ہوتی ہے اور قرآن وسنت پر مبنی دلائل کے ساتھ ہوتی ہے۔اس شعبہ میں ہمارے پاس دنیا کے مختلف زبانیں بولنے والے مختلف ممالک اور ان کی تہذیب وثقافت اور مقامی مذاہب سے واقفیت رکھنے والے دعاۃ اور مبلغین موجود ہیں۔ (صراط مستقیم، برمنگھم)

اخبار جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

جامعہ میں ششماہی امتحان کے بعد تعلیم کا آغاز:

اس سال جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں تعطیل ششماہی وسرما ۲۴/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز سنیچر تا ۱۵/جنوری ۲۰۱۷ء بروز اتوار رہی اور سالانہ مجوزہ پروگرام کے مطابق ۱۶/جنوری ۲۰۱۷ء بروز سوموار جامعہ کھل گیا۔ الحمدللہ تمام اساتذہ حفظہم اللہ اور طلبہ حسب اعلان جامعہ کے قوانین وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے وقت پر پہنچ گئے اور پہلے ہی دن سے جامعہ کے تمام شعبوں میں تعلیم کا آغاز ہوگیا۔ تاخیر سے آنے والے طلبہ کے ساتھ تادیبی کارروائی (جرمانہ کی شکل میں) کی گئی اور دوبارہ اس طرح کی غلطی نہ کرنے کا عہد لیا گیا۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں جشن یوم جمہوریہ:

ہر سال کی طرح اس سال بھی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ۲۶/جنوری بروز جمعرات بڑے دھوم دھام اور انتہائی مسرت وشادمانی کے ساتھ یوم جمہوریہ کا جشن منایا گیا، جس میں جامعہ کے تمام شعبوں (شعبۂ حفظ، متوسطہ، ثانویہ، فضیلت اور کلیہ) کے تمام طلبہ نے شرکت کی۔ سب سے پہلے جامعہ کے گراؤنڈ میں پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی، پھر یونس گلاب حسین اور ان کے ساتھیوں نے قومی ترانہ پڑھا، اس کے بعد لکچر ہال میں زیر صدارت محترم ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ ایک علمی وفکری اور دلچسپ پروگرام منعقد ہوا۔ جمال الدین نورالاسلام کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا، پھر ممتاز احمد شاہد حسین نے نعت نبی اور دانش جمال نے اپنے رفقاء کے ساتھ ترانۂ جامعہ پڑھا۔ اس کے بعد فضیلت دوم کے طالب علم خبیب حسن فضل حق نے ''آئین ہند کی ترتیب وتنظیم میں مسلم ممبران کا کردار'' کے عنوان پر اور فضیلت سال اخیر کے طالب علم یاسر اسعد اسعد اعظمی نے ''پارلیمانی جمہوریت: فوائد ونقصانات'' کے عنوان پر جامع مقالہ پیش کیا۔ بعد ازاں فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش کیا۔ صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ ہر سال جو ۲۶/جنوری میں جشن یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے اس کا مقصد محض ہم سبھوں کا اکٹھا ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ملک کی آزادی دلانے میں اپنے بزرگوں کی مخلصانہ قربانیوں اور ان کی گراں قدر خدمات کو یاد کریں اور ملک ہندوستان کی آئین کو جس میں ملک کے تمام باشندوں کو جینے کا برابر حق دیا گیا ہے اس کو یاد کریں، سراہیں اور اس کی روشنی میں زندگی گذارنے کا عہد کریں۔ صدر مجلس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہندوستانی دستور کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا آئین پارلیمانی جمہوریت پر ہے، تمام ہندوستانیوں کو خصوصا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ملک کے آئین کو پڑھیں اور اپنا حق جانیں اور اس کے لیے کوشش کریں۔ محترم ناظم اعلی نے اپنے صدارتی خطاب کے اخیر میں طلبۂ جامعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ علمی دنیا میں آگے بڑھنے کی چاہت آپ کے اندر ہونی چاہیے، جب تک آپ نہیں چاہیں گے آپ کو ڈھکیل کر کوئی آگے بڑھا نہیں سکتا ہے، آپ پر ضروری ہے کہ آپ آگے بڑھنے کی خواہش وکوشش کریں، اس کے لیے اپنا ایک ہدف اور ٹارگیٹ متعین کریں اور منصوبہ بند ومنظم طور پر کوشش کریں اور خوب محنت کریں۔

اس کے بعد عبدالعزیز کفایت اللہ نے ایک نظم پڑھی۔ پھر ''موجودہ الیکشن اور ہندوستانی مسلمان'' کے عنوان پر احسن جمیل اور اس کے ساتھیوں نے ایک جامع وفکری اور دلچسپ ڈرامہ پیش کیا۔ بعد ازاں تمام حاضرین کو شیرینی تقسیم کی گئی۔ پروگرام کی نظامت فضیلت دوم کے طالب علم فیضان احمد کیفی نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ جشن یوم جمہوریہ کا پروگرام الحمدللہ بڑا کامیاب

رہا، جس کو اساتذہ وطلبہ نے بڑا پسند کیا۔ اس پروگرام میں اساتذہ میں سے درج ذیل حضرات نے شرکت فرمائی: مولانا محمد یونس مدنی، مولانا محمد مستقیم سلفی، مولانا نعیم الدین مدنی، مولانا علی حسین سلفی، مولانا عبدالکبیر مدنی، مولانا نور الہدی سلفی، مولانا محمد اسلم مبارکپوری، مولانا محمد موسی سلفی، مولانا عبید اللہ قاسمی، قاری ابو طاہر سلفی، قاری شجاع الدین سلفی، مولانا محمد ایوب سلفی، مولانا محمد طاہر سلفی، مولانا محمد یوسف مدنی، مولانا سیف الرحمٰن مدنی، ماسٹر احمد حسین بستوی، ماسٹر حمزہ بنارسی، حافظ عبدالحکیم فیضی، حافظ عبد الشکور سلفی، حافظ عبدالرحیم سلفی، حافظ عبدالرحمٰن سلفی، حافظ ریاض احمد سلفی۔

اعلان داخلہ برائے تعلیمی سال ۱۸-۲۰۱۷ء:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کا نیا تعلیمی سال ۵/جولائی ۲۰۱۷ء سے شروع ہوگا اور ۸/جولائی ۲۰۱۷ء مطابق ۱۲/شوال ۱۴۳۸ھ کو امتحان داخلہ برائے تعلیمی سال ۱۸-۲۰۱۷ء ہوگا، ان شاء اللہ۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس میں جدید داخلہ کے امیدواروں کی سہولت کے لئے داخلہ فارم جنوری ۲۰۱۷ء سے ایشو کیا جارہا ہے۔ داخلہ میں مبلغ دوسو روپئے کا ڈرافٹ بذریعہ ڈاک بھیج کر یا براہ راست ''ادارۃ القبول والتسجیل'' سے بعد نقد ادائیگی حاصل کیا جا سکتا ہے یا جامعہ کے ویب سائٹ www.aljamiatussalafia.org/admission, www.jsvaranasi.com/admission سے ڈاؤن لوڈ کرکے دوسو روپئے کے ڈرافٹ کے ساتھ بھیجا جا سکتا ہے۔

داخلہ فارم باضابطہ کتابی شکل میں ہے جس میں جامعہ کا تعلیمی نظام، نصاب تعلیم اور داخلہ امتحان سے متعلق قوانین وضوابط اور ہدایات ومعلومات فراہم کی گئی ہیں۔

امیدوار کو یہ فارم پر کرکے مع جملہ مطلوبہ کاغذات ۳۱/مارچ ۲۰۱۷ء تک دفتر ''ادارۃ القبول والتسجیل'' کو ارسال کر دینا ضروری ہے۔ فارم وصول ہونے کے بعد طالب علم کو ایڈمٹ کارڈ (اجازت نامہ) بھیجا جائے گا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لئے ایڈمٹ کارڈ اور منسلکہ کاغذات کی اصل کاپی ساتھ لانا ضروری ہوگا۔ اگر کسی طالب علم کے پاس سال رواں کی سند یا مارکشیٹ نہ ہو تو سال گزشتہ کی لگا سکتا ہے مگر اس کو سال رواں کے کاغذات فراہم ہونے کے بعد فوراً دفتر جامعہ میں جمع کرنا ہوگا۔

اس سال عالمیت اول، کلیۃ الحدیث، کلیۃ الشریعہ، کلیۃ الدعوہ واصول الدین کے سال اول اور شعبۂ تجوید نیز تخصص فی الافتاء میں بھی داخلہ حسب گنجائش ہوگا۔

جامعہ کی فضیلت کی ڈگری یا اس کے مساوی سند یافتہ حضرات ''تخصص فی الافتاء'' میں داخلہ کے مجاز ہوں گے۔

ڈرافٹ AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH,VARANASI کے نام ہونا ضروری ہے۔

مراسلہ کا پتہ:

DEPARTMENT OF ADMISSION
AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH
JAMIA SALAFIA ROAD
REORI TALAB, VARANASI - 221010 (U.P.) INDIA

(شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ/ جامعہ سلفیہ بنارس)

باب الفتاوی

سوال: حرمت رضاعت کب اور کتنا دودھ پینے سے لاگو ہوتی ہے؟ مفصل جواب سے نوازیں۔ کرم ہوگا۔

جواب: اللہ رب العالمین نے اپنی آخری مقدس کتاب قرآن کریم میں حرام رشتوں کے تفصیلی احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وأمهاتكم الّتى أرضعنكم وأخواتكم عن الرضاع﴾[النساء:۲۳] یعنی، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں تم پر حرام کردی گئی ہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے: ''الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة'' (صحیح البخاری، ح:۵۰۹۹، صحیح مسلم:۱۴۴۴، سنن ابی داؤد، ح:۲۰۵۵، ترمذی، ح:۱۱۴۷) رضاعت وہ رشتے حرام کردیتی ہے جو رشتے ولادت حرام کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کے لیے نسباً ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی حرام ہیں، اسی طرح رضاعی ماں بہن، بیٹی پھوپھی وغیرہ حرام ہیں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب" (صحیح جامع ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء یحرم من الرضاع......:۱۱۴۶)

رضاعی ماں اور بہن تو قرآن مجید کی نص صریح کے ساتھ حرام ہیں۔ اور باقی رشتے احادیث صحیحہ سے حرام ہیں۔ رضاعت کا حکم صرف اس آدمی کے لیے ہے جس نے دودھ پیا ہے، اس کے بھائی بہنوں کے لیے۔ کیونکہ رضاعت متعدی نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ اپنی مایہ ناز تصنیف (فتح الباری ۱۴۱/۸) میں رقمطراز ہیں: ''ولا يتعدى لا التحريم إلى أحد من قرابة الرضيع فليست أخته من الرضاعة أختا ولا بنتاً لأبيه إذ لا رضاع بينهم والحكمة فى ذلك أن سبب التحريم ما ينفصل من أجزاء المرأة وزوجها وهواللبن فإذا اعتذى به الرضيع صار جزء ا من أجزائهما فانتشر التحريم بينهم بخلاف قرابات الرضيع لأنه ليس بينهم و بين المرضعة ولا زوجها نسب ولا سبب، والله أعلم"۔

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے کے قریبی رشتہ داروں کی طرف حرمت متعدی نہیں ہوتی۔ اس دودھ پینے والے بچے کی رضاعی بہن اس کے بھائی کی رضاعی بہن ہے، اور نہ اس کے باپ کی بیٹی ہے۔ اس لیے کہ ان کے درمیان رضاعت نہیں ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ حرمت کا سبب وہ دودھ ہے جو عورت اور اس کے خاوند کے اجزا سے جدا ہوتا ہے۔ اور جب دودھ پینے والا بچہ اس دودھ کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے تو وہ ان دونوں کے اجزا میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ تو ان کے درمیان حرمت منتشر ہو جاتی ہے۔ دودھ پینے والے بچے کے قریبی رشتہ داروں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ ان کے درمیان اور دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے درمیان نہ نسبی رشتہ ہے اور نہ حرمت کا سبب ہے۔

تقریباً اسی طرح کی بات مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''المغنی، ج:۱۱، ص:۳۱۸، ۳۱۹'' کے اندر اور علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ نے ''الإقناع، ج:۱، ص:۳۰۸'' کے اندر اور علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی قنوجیؒ نے ''الروضۃ الندیہ، ج:۲، ص:۲۵'' کے اندر فرمائی ہے۔

لہذا وہ اولاد جن کا تعلق آپس میں رضاعت کا ہے۔ ان کے دیگر بہن بھائیوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم ہوسکتا ہے۔ شرعاً کوئی ممانعت موجود نہیں ہے۔

☆ اب رہی بات کہ کتنا دودھ پینے اور کب پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، تو اس بارے میں سب سے پہلے واضح ہو کہ رضاعت کی وجہ سے اثبات حرمت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) دو سال کی عمر سے پہلے دودھ پلایا گیا ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں دودھ پلانے کی مدت یوں مذکور ہے: ﴿حولین کاملین﴾ (البقرۃ:۲۳۳) یعنی مکمل دو سال۔

(۲) پانچ مرتبہ الگ الگ دودھ پلایا گیا ہو، جیسا کہ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات، ح:۱۴۵۲ سے معلوم ہوتا ہے، یعنی اگر بچے کو اس کی حالت شیر خوارگی میں اس طرح دودھ پلایا گیا ہو کہ وہ اس کے بدن کی غذا بن جائے خواہ کسی طرح بھی پلایا جائے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے: ''إنما الرضاعة من المجاعة'' (صحیح مسلم، کتاب الرضاع: باب إنما الرضاعۃ من المجاعۃ، ح: ۱۴۵۵) یعنی رضاعت بھوک سے ثابت ہوگی''۔

یعنی جس رضاعت سے بچے کی بھوک دور ہو جائے وہ باعث حرمت ہے، اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا يحرم من الرضاعة إلا ما فتق الأمعاء فى الثدى، وكان قبل الفطام'' (سنن الترمذی، باب ماجاء أن الرضاعۃ لاتحرم الا فی الصغر دون الحولین، ح:۱۱۵۲) یعنی جس رضاعت سے دودھ سے آنتیں بھر کر ایک دوسری سے جدا ہو جائیں۔ محدثین کی اکثریت اس بات کی طرف گئی ہے کہ ایسے دودھ کی تعداد پانچ مرتبہ دودھ پینا ہے۔ اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں دس بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ پانچ بار دودھ پینے کے حکم کے ذریعہ حکم سابق منسوخ کر دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حرمت رضاعت سے متعلق یہی پانچ بار دودھ پینے کا حکم موجود تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک دوسرے مقام پر یہ ارشاد گرامی ہے کہ ''لا تحرم المصة والمصتان'' (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصۃ والمصتان، ح:۱۴۵۰) یعنی ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینا حرمت ثابت نہیں کرتا۔

صحیح مسلم میں ایک روایت اس طرح ہے کہ: ''عن أم الفضل قالت: دخل أعرابى على نبي الله ﷺ

وهو في بيتي، فقال: يا نبي الله! إني كانت لي امرأة فتزوجت عليها أخرى، فزعمت امرأتي الأولى أنها ارضعت امرأتي الحدثىٰ رضعة أورضعتين، فقال نبي الله ﷺ: "لا تحرم الإملاجة والإملاجتان"(صحیح مسلم، کتاب الرضاع: باب فی المصة والمصتان، ح:۱۴۵۱) یعنی: حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے، اس نے کہا: ''اے اللہ کے نبی! میری ایک بیوی ہے، میں نے اس پر دوسری عورت سے شادی کی ہے، اور میری پہلی بیوی کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس عورت کو ایک یا دو بار دودھ پلایا ہے جس سے میں نے دوسری شادی کی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک یا دو بار دودھ پینا حرام نہیں کرتا''۔

اوپر کی تفصیلات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں مثلاً:

۱- ثبوت رضاعت کے لیے مدت رضاعت (دوسال کے اندر اندر) میں دودھ پینا ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور (صحیح مسلم، ح:۱۴۵۵)، اور سنن ترمذی، ح:۱۱۵۲) کی احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

۲- ثبوت رضاعت کے لیے کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینا ضروری ہے۔ (یعنی بچہ ایک مرتبہ پستان منھ میں لے کر دودھ چوستا ہے پھر اپنی مرضی سے بغیر کسی عارضے کے چھوڑ دے تو یہ ایک مرتبہ ہے اس طرح پانچ دفعہ اگر کسی بچے کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں ہوگی، اور اس عورت کی بیٹی اس کی رضاعی بہن ہوگی۔ اور رضاعت کے احکام لاگو ہوں گے)۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث (نمبر: ۱۴۵۰، ۱۴۵۲) سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

۳- رضاعت کا حکم صرف اس آدمی کے لیے لاگو ہوگا جس نے دودھ پیا ہے، اس کے بھائی بہنوں کے لیے نہیں، کیونکہ رضاعت متعدی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی عبارت جو کہ (فتح الباری ۸/ ۱۴۱) میں موجود ہے، سے معلوم ہوتا ہے، اس مسئلہ کو مزید تفصیل سے معلوم کرنا ہو تو ملاحظہ فرمائیں۔ المغنی لابن قدامہ، ج:۱۱، ص:۳۱۸، ۳۱۹، الاقناع، ج:۱، ص:۳۰۸

دار الإفتاء
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆